



داستانِ قلبِ عشق

از :

ثمره ندیم

داستان قلب عشق ----

دوستی کی داستان --- پیار کی داستان --- قربانی کی داستان ---

وہ داستان جس میں دو دل ملیں تو ایک دل ٹوٹتا ہے۔

داستان ہے یہ انمول دوستی کی ---

محبت کی ---

عشق کی ---

داستان ہے یہ تقدیر کے فیصلوں پر یقین کی ---

وہ داستان جس میں دو دل ملیں تو ایک دل ٹوٹتا ہے۔

وہ نیلے رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کیے اپنے
کمرے کی کھڑکی کے کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ سامنے گول میز موجود تھا
جس پر ناجانے کتنے کاغذات بکھرے پڑے تھے جنہیں اس نے دیکھ کر بغیر
سمجھے وہیں رکھ دیا۔ معمول کے خلاف آج اسکے بازو ہر قسم کے بینڈز سے
خالی تھیں۔ اسکی آنکھیں بے تہاشہ بہنے کے بعد اب خشک ہو چکیں تھیں۔
وہ کسی خیال میں گم تھا کہ ڈور ناب گھمانے کی آواز کے ساتھ کوئی اندر

داخل ہوا تھا۔ کرسی پر بیٹھا وہ مرد جانتا تھا آنے والی کون ہے۔ اسکی اس
کمرے میں موجودگی اسکے لیے باعث سکون ہونی چاہیے تھی مگر وہ شخص
جانتا تھا اس نے کیا کھو دیا تھا۔ اسکے نقصان پر اس وقت وہ عورت بھی اسے
سکون نہیں دے سکتی تھیں۔ ہالف وائٹ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس لڑکی
نے چائے کی

ٹرے کو پہلے سائیڈ میں رکھا پھر احتیاط سے ٹیبل پر پڑے کاغذات سمجھا
کر رکھے۔ کرسی پر بیٹھے مرد کی آنکھیں ایک بار پھر جھلکنے کو تیار لگتی تھیں مگر
وہ ضبط کیے اس عورت کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ اس نے چائے کی ٹرے
ٹیبل پر رکھ کر چائے کی پیالی مرد کی جانب بڑھائی۔

مرد نے پیالی لے کر واپس ٹیبل پر رکھ دی۔ لڑکی نے اپنی کرسی مرد کی
کرسی کے برابر کی اور اپنا نازک ہاتھ مرد کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ مرد کی
آنکھوں میں کرچیاں سی بکھر گئیں اس نے سوچی ہوئی آنکھوں سے سامنے
بیٹھی لڑکی کی جانب دیکھا۔ بھوری آنکھوں کی حالت بھی کچھ کم نہ تھی۔
رونے کے باعث اسکی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔ آنکھوں کے پیوٹے
سوجے ہوئے تھے۔

آخر اسکا بھی اتنا ہی نقصان ہوا تھا۔ کیا واقعہ؟ چہرہ امر جھایا ہوا تھا وہ چند دن پہلے والی سچی سنوری سی لڑکی سے بہت مختلف تھی۔

"وہ آپ کے اچھے دوست تھے نا؟؟؟" لڑکی کی آواز نے اس گھٹن زدہ سی خاموشی کو توڑا تھا۔

اس نے سامنے بیٹھے مرد کی آنکھوں میں ابھرتی تکلیف دیکھی تھی۔ یہ تکلیف عورت کے الفاظ نے دی تھی۔ تھے؟؟ کیا مطلب وہ اب دوست نہیں تھے؟

"کوئی بھی دوست اچھایا برا نہیں ہوتا دوست دوست ہی ہوتا ہے۔" سامنے بیٹھے مرد نے یہ کہہ کر عورت کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

اس لڑکی کا بھی نقصان ہوا تھا مگر وہ جانتی تھی دوستی کی جدائی ہر سزا پر بھاری ہوتی ہے۔ بھوری آنکھوں والی لڑکی خاموشی سے آنسوؤں بہاتی رہی۔ دوست کی جدائی زندگی سے ہر رنگ چھین لیتی ہے۔ زندگی بے رنگ ہو جاتی ہے۔ اس مرد کی زندگی بھی بے رنگ ہو چکی تھی۔

اسے چند دن پہلے کی وہ ملاقات یاد آئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے موجود تھے۔

اسکی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ وہ اپنے دوست کو نہیں دیکھ پا رہا تھا اگر وہ دیکھ لیتا تو وہ اس تکلیف کو بھانپ لیتا جو اس وقت اس کے سامنے بیٹھے اسکے دوست کی آنکھوں میں تھی۔

"یہ سب پلینڈ تھا۔" اسکے دوست نے بات کا آغاز کیا۔

وہ خاموش رہا۔ وہ آج سننے ہی تو آیا تھا اپنے دوست کو۔

"میرا پلین نہیں اللہ کا پلین۔ میرے بس میں ہوتا تو میں اسے کبھی خود سے الگ نہ کرتا۔ کبھی تمہارے حوالے نہ کرتا۔ وہ مجھے کتنی عزیز ہے یہ صرف میں جانتا ہوں۔ لیکن۔۔۔" اس نے رک کر گہرا سانس لیا۔

"یہ سب پلینڈ تھا۔" اس مرد نے محسوس کیا تھا کہ سامنے بیٹھے لڑکے کی حلقے زدہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"اب میری بات کان کھول کر سنو۔" اسکے دوست نے آنکھیں صاف کر کے رو برو بیٹھے مرد سے کہا۔

"تم نے چاہا تھا وہ تمہیں مل جائے تو وہ تمہیں مل گئی۔ کچھ اللہ کی مرضی سے کچھ میری مرضی سے۔ میں جانتا ہوں تم اس عورت کو دل سے محبت کرو گے مجھ سے زیادہ کرو گے لیکن اگر تم نے کبھی اس عورت کو تکلیف

دی۔۔۔۔"وہ چندپیل ٹھہرا۔"تو لعنت ہے تمہاری محبت پر۔"سامنے بیٹھے
مرد نے دہل کر اپنے دوست کو دیکھا تھا۔

"بے شک تم اس سے بہت پہلے سے اور سچی محبت کرتے ہو مگر کبھی بھی
اسے بھیک میں محبت مت دینا۔

دونوں مردوں کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔

"آج سے تم اپنا ایک دوست کھور ہے ہو۔۔۔۔"یہ کہتے ہوئے اس کے
دوست کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"بلکہ اپنا اکلوتا دوست کھور ہے ہو۔ درد دینے والوں کو نہیں سہنے والوں کو
محسوس ہوتا ہے۔ تمہیں بھی جدائی

کا درد مبارک ہو۔ میں نے محبت گنوا کر یہ تکلیف برداشت کی تھی صد شکر
کے دوستی میں یہ تکلیف نہیں ہوگی۔"

دونوں مردوں کی آنکھوں میں آنسوؤں نے منظر کو دھندلا کیا تھا۔ انکی یہ
ملاقات آخر کہاں ہوئی تھی؟؟؟

اس کہانی کو یہیں چھوڑ کر وقت کے پردے پار کرتے ہیں۔ یہ آج سے آٹھ
سال قبل کی بات ہے۔

وہ آج اپنے امتحان کے لیے تیار تھی۔ کسی عام سے سٹوڈنٹ کے برعکس اس نے گھٹنوں تک آتا کالے رنگ کا فراک پہن رکھا تھا۔ پاؤں میں نرمہ کھسا پہنے وہ انتہائی حسین لگ رہی تھی۔ گول مٹول چہرہ سانولا سارنگ بڑی بڑی خوبصورت گہری بھوری آنکھیں جن کا بچپنا آج بھی اسکی چمکتی شرارتی آنکھوں میں دیکھا جاسکتا تھا۔

"بچے پیپر کی تیاری کیسی ہے؟" ماں نے انتہائی پیار سے پوچھا۔
"افف ہو ماما آپ کو پتا تو ہے منال کتنی لائق ہے پڑھنے کی کیا ضرورت ہم ایسے ہی پیپر پاس کر لیں گے۔"

"ہاں جیسے میٹرک مرمر کے پاس کی ہے اور ہمیشہ بس پاس ہی ہونا کہیں ٹاپ نہ کر لینا۔"

"اللہ اللہ ماما ہم نے میٹرک کتنے اچھے مار کس سے پاس کی ہے اور آپ تو ہیں ہی سدا کی ناشکری۔"

"اچھا بس بس باتیں کم کرو اور جاؤ کالج کا ٹائم ہو گیا ہے یہ نہ ہو وقت گزر جائے اور منال میڈم گھر میں ہی اپنی عقل کی روداد سنائی جائیں اور ہو گیا پھر تمہارا داخلہ۔"

"اچھا اچھا جا رہے ہیں۔" منال بیگ کندھے پر لگاتے ہوئے بولی۔

"خدا حافظ ماما جان۔ دعا کرنا اچھا ٹیسٹ ہو جائے تاکہ داخلہ آسانی سے مل جائے۔"

"دھیان سے جانا۔ اور امتحان اچھا سا دینا۔"

"جی میری اماں انشا اللہ اچھا ہو گا۔"

وہ بھاگتی ہوئی آئی تو سامنے ہی ایک کالے رنگ کی خوبصورت گاڑی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ منال نے اپنے چہرے

کو ماسک سے اچھی طری سے ڈھانپ لیا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد جب اس نے دوہرائی کے لیے کتاب کھولی تو ٹھپ سے واپس بند کر دی۔

"اللہ میاں پلیز آج ہماری مدد کرنا۔ ہمارا انٹری ٹسٹ کسی طرح پاس ہو جائے اگلی بار سے ہم پکا پڑھائی کریں گے پکا پکا۔"

اس نے ہاتھوں کو باہم ملا کر التجائی انداز میں کہا۔

کالج پہنچنے کے بعد اس نے گاڑ کو مطلوبہ کاغذات دکھائے تو گاڑ نے اسے اندر جانے کا راستہ بتایا۔ وہ ایک انتہائی بڑا ہال تھا جس میں الگ الگ قطاروں کی صورت میں کرسیاں لگی تھیں۔ تمام لڑکے اور لڑکیاں الگ الگ قطاروں میں بیٹھے تھے۔

وہاں ایک لڑکی اسے کتاب میں سر دیے نظر آئی تو منال اس کے قریب گئی اور کھنگھار کے سلام کا۔

"میرا نام منال حیات خان ہے۔ میں یہاں انٹری ٹسٹ کے لیے آئی ہوں۔"

لڑکی نے کتاب سے نظر اٹھا کے ایک ناپسندیدہ نظر سے سامنے کھڑی دلکش لڑکی کو دیکھا جس نے اپنے چہرے کو نفاست سے کالے سکارف سے ڈھکا ہوا تھا۔

"اوو اچھا ویلکم۔" اور بس وہ لڑکی پھر سے کتاب میں سر دے کر بیٹھ گئی۔
"سنیں۔۔۔"

منال نے دوبارہ اس سے بات کرنے کی کوشش کی۔

"جی بولیں۔" لڑکی نے انتہائی جلدے ہوئے انداز میں کہا۔ منال نے اس کے لہجے کو سراسر نظر انداز کیا۔

"یہ کالج تو صرف لڑکیوں کا ہے تو یہ لڑکے یہاں کیا کر رہے ہیں؟ یہ اتنے سارے بچے انٹری ٹسٹ کے لیے آئے ہیں؟ کیا ان سب کو ایڈمیشن ملے گا؟ اگر۔۔۔۔۔" اس کی بات بیچ میں ہی تھی جب سامنے والی لڑکی نے جلال سے اسے ٹوکا۔

"اففففف لڑکی میرے کانوں سے دھواں نکالو گی کیا آہستہ بولو اور آرام سے بولو۔" لڑکی نے آخر میں التجائی انداز میں کہا۔

"اور آپ کے علم میں اضافہ کرتی چلوں کے یہ کالج صرف لڑکیوں کا نہیں ہے لڑکوں کا بھی ہے بس سیکشنز الگ الگ ہیں۔ اور آج تمہارے سینیرز کا بھی پیپر ہے اس لیے انہیں بھی یہاں بٹھایا گیا ہے تاکہ کچھ بچے (لڑکی نے سر سے پاؤں تک سامنے کھڑی دلکش لڑکی کو دیکھا) جو گھر سے ربی زدنِ علمہ پڑھ کے آتے ہیں انکے آگے پیچھے ایسے بچوں کو بٹھایا جائے جو ان کے سبجیکٹ سے ناواقف اپنے پیپر کی فکر میں ہوں۔" لڑکی نے ایک طنز یا نظر سامنے کھڑی ہکا بکا منال پہ ڈالی۔ اور مسکرا کے جا کر لڑکیوں کے جھوم میں شامل ہو گئی۔

"ہیں یہ کیا کہہ کر گئی ہے؟ اللہ اللہ مطلب آج چیٹینگ کا راستہ بھی بلاک ہے۔ اب ہم کیا کریں۔"

اللہ تعالیٰ بہ تر^و پو^و متنہ وک^وی (اللہ پوچھے گا ان لوگوں سے) "اس نے دل میں سوچا۔ کچھ دیر وہ مظرب سی ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ اتنا تو اسے بھی معلوم تھا کہ آج سینیرز کا بھی پیپر ہے پر یہ نہیں پتا تھا کہ اسے سینیرز کے ہی

ساتھ بیٹھ کر بیپر دینا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد مسبھلی تو ہمکلامی کے انداز میں کہنے لگی۔

"چھوڑو ہمیں کیا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہ چھوٹے موٹے پیپر منال حیات خان کو نہیں ڈرا سکتے۔"

(پر یہ کوئی چھوٹے موٹے پیپر نہیں ہیں منال صاحبہ) وہ سر جھٹک کر آگے چلی گی۔ ٹیچر سے اپنی جگہ

معلوم کی اور کتابیں ایک طرف رکھ کر آرام سے بیٹھ گئی۔ پیپر شروع ہونے میں بس پانچ منٹ ہی باقی تھے۔ سب اب اپنی کتابیں ایک طرف رکھ کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔ پیپر تقسیم کیا گیا تو بتایا گیا کہ یہ ایک سبجیکٹ کا پیپر ہے جو تیس منٹ بعد لے لیا جائے گا چونکہ یہ گیارہویں جماعت کا انٹری ٹسٹ تھا اس لیے زیادہ لمبانا تھا۔ اور تمام مضمونوں کا پیپر آج ہی دینا تھا۔ پرچہ مشکل نہ تھا پر آسان بھی نہ تھا۔

بس ایسا کہ وہ آسانی سے پاس ہو جاتی۔ (ہممم یہ تو منال کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے) اس نے دل میں سوچا کیوں کہ اب اسکے سامنے اردو کا پرچہ رکھا گیا تھا۔ ایک ایک کر کے منال نے سات پرچے حل کیے۔

اب اسکے سامنے میتھ کا پیپر رکھا گیا تھا۔ جس سے اسے سخت چڑھ گئی۔ اور جب اس نے پیپر دیکھا تو اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ منال کو بامشکل تین شارٹ سوال اور ایک لانگ سوال آتا تھا MCQs بھی تھے جن میں وہ شاید ہی ٹھیک جواب دے سکتی۔ اللہ جی پلیز مدد کی جیے گا ہماری۔ اس نے بسم اللہ پڑھ کر اپنے پورے پیپر اور پن پر پھونکا۔ ساتھ بیٹھے نوجوان نے اسکی یہ حرکت نوٹ کی تو ماسک پہننے کے باوجود اسکی آنکھیں اسکے مسکرانے کا اعلان کر رہی تھیں۔ جو کچھ اسے آتا تھا اس نے بامشکل وہ سب کیا اور اب وہ اضطرابی کیفیت میں پن کو اپنی انگلیوں میں بہت مہارت سے گھما رہی تھی۔

وہ پن کو نوپ سے تھوڑا دور سے انگھوٹے اور شہادت والی انگلی میں ڈھیلا سا پکڑتی اور آہستہ سے اسے نیچے کی طرف جھٹکتی پھر بہت مہارت سے پن کو گھما کر شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ کی انگلی میں پکڑ لیتی اور پھر ایسے ہی یہ عمل دہراتی جاتی۔ ساتھ بیٹھا نوجوان شاید اپنا پیپر کرچکا تھا اور اب انتہائی فرست سے اپنے ساتھ والی قطار میں بیٹھی لا پرواہ لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

۔ اچانک منال کے ہاتھ سے پین پھسلا اور ساتھ بیٹھے لڑکے کے پاؤں میں جا گرا۔

"بس اسکی کمی رہ گئی تھی"۔ اس نے دل میں سوچا۔ اس نے مدد کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ سامنے بیٹھے لڑکے نے جھک کر اسکا پین اٹھایا اور اسے تھمانے کے لیے منال کی طرف مڑا ہی تھا کہ اس نے دیکھا منال ہکا بکا اسے دیکھ رہی ہے۔ منال کی دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔ وہ کچھ لمحے اسے بغیر کسی تاثر کے دیکھتی رہی۔ یہ آنکھیں اف یہ آنکھیں کتنی حسین تھی۔ کیا کسی کی آنکھیں اس قدر بھی حسین ہو سکتی ہیں؟ یا پھر وہ منال حیات خان کو ہی حسین لگتی تھی۔ پھر جب اسے احساس ہوا کہ سامنے بیٹھا لڑکا بھی اسے دیکھ رہا ہے تو اس نے فوراً پین اس کے ہاتھ سے لیا اور بظاہر اپنے پرچے کی طرف متوجہ ہو گئی پر اس کا دماغ اب تک کسی کی حسین آنکھوں میں اٹکا تھا۔ کیا وہ واقع اتنا حسین تھا جتنی اسکی آنکھیں؟؟

ابھی وہ کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ لڑکے نے پرچہ ٹیچر کو دیا اور منال کو دیکھے بغیر سپاٹ تاسرات کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ منال نے غصے سے اسے جاتے دیکھا۔

"چہرہ بہرہ؟" (جائے گا کہاں؟) "منال نے دل میں سوچا اور اپنا پرچہ پیچ کر
 کودے کر حال کے دروازے کے باہر رکھے بیگنز میں سے اپنا بیگ ڈھونڈا اور
 باہر کی طرف بھاگی۔ حال سے باہر آ کر سامنے ہی کالج کا گیٹ تھا۔ منال نے
 متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر سر جھٹک کر باہر کی طرف بڑھ
 گئی۔ گیٹ سے باہر آ کر سامنے ایک سڑک تھی۔ کالج سڑک کے ساتھ ہی تھا
 پر اسی سڑک میں سے ایک سڑک سامنے کی طرف جاتی تھی جو سامنے ایک
 الگ راستے کی طرف جاتی تھی۔ جس کے دائیں بائیں گزاونڈ نما جگہ تھی
 جس پہ سبزہ اگا تھا۔ منال نے سڑک پار کرنے کے لیے دائیں بائیں دیکھا پھر
 جب سامنے مڑی تو ایک لڑکے نے اسے ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا۔ منال نے اس
 لڑکے کو دیکھا تو پہلے تو شدید غصہ آیا پھر کچھ سوچ کر مسکرائی۔ سامنے کھڑا
 بلیو جینز پر سفید پوری آستینوں والی ڈھیلی ڈھالی شرٹ پہنے لڑکا بھی اسے
 دیکھ کر مسکرایا۔ ہلکے بھورے بال نکھری سفید رنگت پر سنہری آنکھیں بے
 تحاشہ حسین لگ رہی تھیں۔ آنکھوں پر گہنی مڑی ہوئی پلکیں اسکی آنکھوں کو
 مزید حسین بنا رہی تھیں۔ بلاشبہ وہ اپنی آنکھوں کی طرح ہی حسین تھا
 لیکن۔۔۔۔۔

"کہاں تھے آپ؟" منال نے بنا کسی لحاظ کے غصے سے پوچھا۔

"کیا مطلب اندر ہی تو تھا پیپر دے رہا تھا۔" لڑکے نے نہایت ہی معصوم شکل بنا کے بولا۔

"ادبہ (بد تمیز)" منال براسا منہ بنا کر بولی۔

"باندری مجھے بھی پشتو آتی ہے یہ پشتو میں برا بھلا مت کہو۔" ازلان نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"ازلان بھائی آپ بات کو بدل رہے ہیں آپ صبح ہمیں چھوڑ کر کالج آگے آپ کو پتا بھی تھا آج ہمارا اس کالج میں پہلا دن تھا۔" منال نے روہانسی شکل بنا کر نہایت معصومیت سے کہا۔

"اوہو مجھے جلدی آنا تھا کچھ کام تھا اور تمہارا کون سا پہلا دن تھا یہ تو تم گھومنے آئی تھی مجھے معلوم ہے جو حالت تمہاری پیپر دیتے ہوئے تھی اسی سے اندازہ لگا سکتا ہوں کہ تمہیں یہاں ایڈمیشن سفارش پر ہی مل سکتا ہے۔"

"ہممم ڈریکولانہ ہو تو۔ اور آپ نے ہمیں بتایا کیوں نہیں کے یہاں لڑکے لڑکیوں کا بس سیکشن الگ ہے آپ نے تو کہا تھا کہ کالج الگ الگ ہے۔" منال نے تفتیشی انداز میں ایک اور سوال کیا۔

"افف دادی اماں ایک ہی بات ہے اب باقی لڑائی بعد میں ابھی گاڑی میں بیٹھو تائی جان انتظار کر رہی ہوں گی ہمارا۔"

"ازلان نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو منال بغیر کسی بات کے چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

ازلان احمد خان منال کے چچا کا بیٹا تھا۔ منال اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ازلان کے باپ احمد یار خان کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام وقار خان تھا۔ وہ پاکستان آرمی میں ہوتا تھا۔

وہ نہایت سنجیدہ انسان تھا۔ وہ زیادہ تر اکیلا رہنا پسند کرتا تھا۔ زیادہ بات چیت میں دلچسپی نہ لیتا اور خاندان کی کسی تقریب میں زیادہ دکھائی نہ دیتا۔ اس سے چھوٹا ازلان احمد خان تھا۔ ازلان وقار سے چھ سال چھوٹا تھا اور ابھی کالج میں بارہویں جماعت میں زیر تعلیم تھا۔ ازلان بچپن سے ہی نہایت خوش اخلاق تھا۔ ہر کسی سے ملنا ملنا بات کرنا اس کا معمول تھا۔ منال اور ازلان بچپن سے ساتھ رہے۔ ایک ہی گھر میں پلے بڑے۔ احمد یار خان کی آخری اولاد انکی بیٹی تھی۔ اس کا نام زینب نور تھا۔ وہ ذرا ہوشیار دماغ کی لڑکی تھی۔ وہ بھی منال کی ہم عمر تھی اور گیارہویں جماعت میں داخلہ لینے والی

تھی۔ اسے پڑھائی میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ منال اور زینب میں بہت گہری دوستی بھی تھی۔

منال کے والد حیات خان احمد یار خان سے بڑے تھے اور وہ بہت بڑے بزنس مین تھے۔ احمد کا بزنس ڈوبنے کی وجہ سے حیات خان نے انہیں بھی اپنے بزنس میں حصہ دار بنالیا۔ حیات خان کی موت کے بعد سارا بزنس احمد کا ہو چکا تھا۔ منال کے چچا ہمیشہ سے اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ بلکہ ہر ایک فرد منال سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔ بنا کسی غرض کے کیوں کے منال تھی ہی ایسی کے ہر انسان اس سے محبت کرے۔ مگر قسمت کو کیا منظور ہو کون جانے۔

گھر پہنچ کر از لان نے غور کیا کہ منال اس سے بات نہیں کر رہی تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہوا۔

"ناراض ہو۔" از لان نے نہایت سنجیدگی سے منال سے پوچھا تو منال جو گاڑی سے اتر کر گھر کے اندر داخل ہونے والی تھی ہلکا سا مسکرائی۔

"(اب آنا اونٹ پہاڑ کے نیچے)" یہی تو وہ چاہتی تھی کہ کب از لان پر منال کی ناراضگی ظاہر ہوگی۔ منال نے اپنے چہرے پر سنجیدگی ظاہر کی مگر

پر مسنویٰ بل لائے اور گھوم کر از لان کے سامنے کھڑی ہو گئی۔
"ہاں تو کیا نہیں ہونا چاہیے آپ کو اندازہ بھی ہے بھلا کے ہمیں وہاں کتنا اکیلا
اکیلا محسوس ہو رہا تھا۔ آج ہمارا پہلا دن تھا انجان جگہ تھی۔ آپ کو اندازہ
ہونا چاہیے تھا۔" منال نے شدید ناراضگی سے کہا۔ از لان کی مسکراہٹ
گہری ہوئی۔

"اچھا دادی اماں سوری آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" از لان کان پکڑتے ہوئے
بولا۔

"نہیں ہم بس آپ سے ناراض ہیں۔" اس نے چہرہ دوسری طرف موڑتے
ہوئے کہا۔

"اہو تو مطلب اب راضی کرنا پڑے گا۔" از لان نے بال کھجاتے ہوئے
مسنویٰ فکر مندی سے کہا۔

"جی ہاں کرنا پڑے گا۔" منال نے قدرے جلے انداز میں کہا۔
"اور وہ کیسے؟" از لان نے پوچھا۔

"اب یہ ہمیں کیا معلوم آپ کو اندازہ ہو گا۔" از لان نے چہرے پر سنجیدگی
ظاہر کی اور چل کر منال کے سامنے رکا۔

"منال میری بات سنو۔" از لان نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو منال اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تم میری بچپن کی دوست رازدار ساتھی کزن سب ہو۔ تم میرے لیے بہت خاص ہو۔" از لان نہایت سادگی سے کہہ رہا تھا۔
اسکی خوبصورت آنکھیں منال پر مرکوز تھیں۔ منال قدرے غور سے از لان کو دیکھ رہی تھی۔ از لان ابھی کہہ رہا تھا۔

"مگر باندری تم ابھی اتنی اچھی نہیں ہوئی اور نہ میرے اتنے برے دن آئیں ہیں کہ میں تمہیں راضی کروں۔ ابھی جب اندر سے کھانے کی خوشبو آئے گی جو میں نے منگوایا ہے تو دیکھتا ہوں کون ناراض رہتا ہے۔"
یہ کہہ کر وہ ایک مسکراہٹ منال کی جانب اچھال کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔
منال کی مسکراہٹ سمٹ چکی تھی۔ ضبط سے اسکا چہرہ لال ہو رہا تھا۔

"منال حیات خانؒ بہؒ د بندری خبرؒ کو لو جرات وکؒ؟" (منال حیات خان کو باندری بولنے کی ہمت کیسے ہوئی اسکی؟) "منال بڑ بڑائی اور اندر کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے سے اندر جا کر سامنے سیڑھیاں اوپر کی جانب جاتی تھیں۔
دروازے اور سیڑھیوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ ان کے درمیان چکور

کی صورت میں صوفے رکھے گئے تھے اور درمیان میں چھوٹا سا ٹیبل رکھا گیا تھا۔ ایک جانب باورچی خانہ تھا۔ وہ ایک اوپن کچن تھا جس کا ادھاحصہ دیوار کی اوٹ میں چھپ جاتا تھا۔ جبکہ باقی کا حصہ واضح تھا۔ دوسری جانب ایک بیٹھک تھی۔ منال کے والد اور چچا میں بچپن سے ہی بہت اتفاق تھا۔ منال کے دادا نے اپنے گاؤں سے دور اسلام آباد میں یہ حویلی خاص اپنے بچوں کے لیے بنوایا تھا۔ یہ حویلی منال کے والد اور چچا دونوں کی ملکیت تھی۔ منال کے والد احمد یار خان سے کافی بڑے تھے مگر جلد ہی بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ منال کی والدہ زرمینہ گل کو شادی کے ۷ سال بعد اولاد کی خوشی منال کی صورت میں ملی۔

منال سرخ چہرے والے سیرٹھیاں چڑھ رہی تھی کے زرمینہ گل نے پکارا۔
"منال بچے پیپر کیسا ہوا؟"

"جی ماما جان بہت بہتر۔" منال نے بنا کسی تاثر کے وہیں سے کھڑے
کھڑے جواب دیا۔

"منال بچے کیا ہوا ہے؟" زرمینہ نے پیار سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ماما بس تھک گئی ہوں۔ تھوڑا آرام کر لوں تو آرام آجائے گا۔"
منال نے اکتاہٹ سے جواب دیا۔ اور اوپر کمرے کی جانب چلی گئی۔ کمرے

میں جا کر دروازہ بند کیا۔ دو بیٹا اتار کر ایک طرف اچھا دیا۔ بال نوچنے کے انداز میں آزاد کیے۔ کالے گھنے بال اب منال کی کمر پر جھول رہے تھے۔ منال دھپ سے بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹی۔ نہ جانے اسکا دل ایک دم ہر چیز سے اچاٹ کیوں ہو گیا تھا۔ عجیب سی پیچینی ہو رہی تھی۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ منال اس انداز کو خوب پہچانتی تھی۔ منال نے چار و ناچار اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے وہی تھی۔ قابل قدر قد والی۔ از لان جیسی بے حد حسین سنہری رنگ کی آنکھیں نکھری کھلی رنگت پر بھورے بال جوڈھلی پونی کی صورت میں بندھے تھے۔

"زینب آؤنا۔" منال نے اسے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ زینب نے ہلکی گلابی رنگ کی قمیض کے ساتھ سفید رنگ کی شلوار پہن رکھی تھی اور دوپٹا گلے میں دونوں طرف جھول رہا تھا۔ زینب نے پہلے ایک تفتیشی نگاہ منال پر ڈالی پھر بنا کچھ کہے اندر آئی اور دروازہ دوبارہ بند کیا۔ منال بیڈ پر آلتی پالتی مارے بیٹھ گئی۔ زینب بھی اسکے سامنے اسی طرح بیٹھ گئی۔

کیسا ہوا پیپر؟ "انتہائی میٹھی آواز میں زینب نے پوچھا۔
"بسسس یار ہو گیا کچھ۔" منال نے اکتاہٹ سے کہا۔

"کیا مطلب بہن؟؟ ایڈمیشن تو ہو جائے گا نا؟؟" زینب نے زرا پریشانی سے پوچھا۔

"ہاں بس دعا کرو امید ہے ہو جائے گا۔"

"لڑکی سب ٹھیک ہے نا؟" زینب نے دھیان سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے ارے ہاں میری جان سب ٹھیک ہے ہمیں بھلا کیا ہونا ہے؟" منال نے الٹا سوال کیا۔

"اچھی بات ہے مجھے بھی بھائی کی طرف سے حکم نامہ ملا ہے کے پرسوں انٹری ٹیسٹ کی آخری تاریخ ہے تو لحاضا میں بھی آپ کے ساتھ داخلہ لے لوں تاکہ آپ میڈم وہاں اکیلی نہ ہوں۔" زینب نے جل کر کہا۔

"ہا ہا ہا! بھی مزہ آیا نا کون کہتا تھا بھلا کے اب تو میری توبہ کہ ان کتابوں کی صورت بھی دیکھوں۔" منال ہنسی سے لوٹ پھوٹ ہوتی کہہ رہی تھی۔

"بس مل گیا تمہیں بہانا مجھ پر ہنسنے کا۔ میں یہ سب تمہارے لیے کر رہی ہوں۔ تم اکیلی بھی نہیں ہو گی پھر دونوں ساتھ ہوں گی خوب مزے کریں گی۔" زینب نے منصوبہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوو وہیلو کہاں کی موج مستی ہم نے میڈیکل میں ایڈمیشن لیا ہے اور تم انی سی ایس ہی لوگی ظاہر ہے تو بھول جاؤ موج مستی۔" منال نے زینب کے سارے منصوبے پہ پانی پھر دیا۔ زینب نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"باقی سب کہاں ہیں گھر میں بڑی خاموشی ہے۔" منال نے کشن گود میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"بابا تو آفس ہوتے ہیں اس ٹائم اور ماما پڑوس میں گئی ہیں کسی کے گھر۔" زینب نے بتایا۔

"اچھا چلو بھائی نے باہر سے کھانا منگوایا ہے کھاتے ہیں چل کر۔" زینب نے اٹھ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"چلو کوئی تو اچھا کام کیا تمہارے بھائی نے۔" منال کو از لان کا باندری کہنا یاد آیا تو جل کر بولی۔

"ہاں سنا تھا غریبوں کو کھانا کھلانے سے بہت نیکیاں ملتی ہیں اس لیے کھلا رہا ہوں تمہیں۔" از لان جو منال اور زینب کو بلانے ہی آیا تھا دروازے پر منال کی بات سن کر بولا۔

"آپ چپ ہی رہیں۔ ڈریکولانہ ہو تو ہم۔" منال گلے میں دو پیٹا ڈال کر بال جھٹک کر از لان کے قریب سے گزر کر چلی گئی۔ از لان مسکرایا اور اسکے

پیچھے چل پڑا۔

دن گزرتے گئے راتیں کٹتیں رہیں یہاں تک کہ وقت کے اس سفر میں چھ سال بیت گئے۔

وقت کی رفتار سے ملنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ وقت جزبات بدلتا ہے حالات بدلتا ہے یہاں تک کہ یہ وقت انسان بدلنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتا۔

"منال آجاؤ یار میں نے بھی جانا ہوتا ہے یونیورسٹی۔" وہ ماتھے پر بل ڈالے قدرے اونچی آواز میں بولا۔ بلیو جینز پر کالی شرٹ پہنے ہاتھ میں خوبصورت گھڑی لگائے پاؤں میں کالے ہی رنگ کے جو گرز پہنے از لان احمد خان کی بے تہا شاخو بصورت آنکھیں سامنے سیڑھیوں پر جمی تھی۔

"اللہ اللہ از لان بھائی آگے ہم شور تو مت مچائیں۔"

گہرے نیلے رنگ کی سادہ سی قمیض شلوار پر سکین رنگ کی خوبصورت شال کندھوں پر ایک شان سے رکھتے ہوئے از لان کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

از لان کے ماتھے کے بل غائب ہوئے۔ چہرہ چند سیکنڈ میں بدل گیا۔ از لان

کی خوبصورت سنہری آنکھیں سامنے کھڑی حسینہ کی گہری بھوری آنکھوں پر
جمی تھی جو نظریں جھکائے اپنے بیگ میں کتابیں ڈال رہی تھی۔ منال اوپر
مڑی تو اچانک از لان کی آنکھوں میں دیکھا۔

واللہ از لان احمد خان کو اپنا دل ان آنکھوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔
"کیا ہوا اب دیر نہیں ہو رہی کیا؟" منال نے شیریں لہجے میں پوچھا۔

(افف کوئی اتنا معصوم کیسے بول سکتا ہے؟؟) از لان احمد خان کو آج شاید
ہزارویں بار منال بے تہا شاپیاری لگی تھی۔
(کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے)

از لان نے دل میں سوچا پھر سر جھٹک کر آرام سے بولا۔
"ہاں دیر ہو رہی ہے۔" از لان باہر آ کر گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔
منال بھی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

از لان نے آئی ٹی میں بی ایس مکمل کی اور اس کے بعد اب آئی ٹی میں ہی ایم
فل کر رہا تھا۔

"تمہارے پیپر کب ہیں؟" از لان نے پوچھا۔

"اففف کیا یاد کرادیا گلے ہفتے سے ہی شروع ہو گے۔" منال نے برا سامنہ بنا کر جواب دیا۔

"ہاں ڈاکٹر صاحبہ آپ نے کون سا پڑھ لینا ہے جو آپ کو معلوم ہو؟" از لان منال کو چڑاتے ہوئے بولا۔

"اللہ اللہ آپ کو اور ماما کو تو بس بہانا چاہیے ہوتا ہے کچھ نا کچھ کہنے کا۔ بھائی پڑھتے ہیں تو یہاں تک پہنچے ہیں نا کہ ایسے ہی پہنچ گے۔" منال نے لڑا کا انداز میں کہا۔

"اچھا دادی اماں سوری۔" از لان کان پکڑتے ہوئے بولا۔

"از لان بھائی گاڑی پر دھان دیں ہمارے ڈاکٹر بننے میں بس چند دن بچے ہیں یہ نہ ہو پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو جائیں ہم۔" منال کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔ از لان نے ایک دم بریک لگائی تو گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ منال بڑی مشکل سے سمجھلی تھی۔ جبکہ از لان سپاٹ انداز میں ماتھے پر بل لیے منال کی طرف گھوما۔

"یا میرے اللہ دھیان سے کیا ہو گیا۔" منال نے شال درست کرتے ہوئے کہا۔ اور اچانک از لان کی طرف متوجہ ہوئی جو ماتھے پر بل لیے اسے گھور رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" منال نے سادگی سے پوچھا۔

"منال تم ایسی باتیں کیوں کرتی ہو؟؟؟" ازلان نے نہایت ہی دکھی انداز میں کہا۔ منال نے غور سے ازلان کا چہرہ دیکھا جہاں دکھ واضح نظر آرہا تھا۔
"ازلان بھائی آئی ایم سوری اگر آپ کو میری مرنے کی بات بری لگی ہو میں صرف مزاق کر رہی تھی۔" منال نے نظریں جھکاتے ہوئے شرمندگی سے کہا۔ ازلان نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا پھر خود کو پرسکون کیا اور گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"اٹس اوکے مگر مجھے تمہاری دوسری بات پر اعتراض تھا۔" ازلان سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہیں دوسری کونسی بات؟؟؟" منال نے سوچتے ہوئے پوچھا۔
"وہی تمہاری ڈاکٹر بننے والی۔" ازلان نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔
"ہاں تو اس میں برا لگنے والی کیا بات تھی؟؟؟" منال ازلان کی طرف مڑ کر بولی۔

"اگر تم ڈاکٹر بن گئی تو آدھی عوام نے تو اللہ کو پیارا ہو ہی جانا ہے اس لیے مجھے تمہارے فیوچر مریضوں کے لیے برا لگا تھا۔" ازلان نے آرام سے

جواب دیا۔ منال کے ماتھے پر بل آئے۔ چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

"اللہ اللہ از لان بھائی آپ بہت برے ہیں ہم بتا رہے ہیں جب ہم ڈاکٹر بنیں گے ناں تو آپ منتیں کیا کریں گے اور ہم آپ کا علاج ہی نہیں کریں گے دیکھ لینا۔"

منال نے شدید غصے سے کہا۔

"اگر مر رہا ہوا تب بھی نہیں آؤ گی بچانے؟؟" از لان نے بنا کسی تاثر کے سوال کیا۔

"نہیں آئیں گے آپ جو مرضی کر لینا۔" منال نے لال چہرہ از لان کی طرف موڑتے ہوئے غصے سے کہا۔

"دیکھتے ہیں۔" از لان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

از لان نے گاڑی ایک خوبصورت یونیورسٹی کے سامنے روکی۔

"آج میں دوستوں کے ساتھ کہیں جاؤں گا تو تمہیں لینے نہیں آسکوں گا تم فارغ ہو کر مجھے کال کر دینا میں اگر فری ہو دو تو آ جاؤں گا ورنہ ابو تمہیں لینے آ جائیں گے۔" از لان نے موبائیل کی سکرین روشن کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں رہنے دیں ہم اپنی دوست کے ساتھ آ جائیں گے۔" منال بیگ اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اوو ہیلو یہ کون سی نئی نوپلی دوست اچانک سے آگئی کل تک تو تمہاری کوئی اتنی قریبی دوست نہیں تھی۔" ازلان منال کو گھورتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"اور اگر کوئی ہے بھی تو منع کر دوا سے میں خود ہی آ جاؤں گا۔" ازلان نے سنجیدگی سے کہا۔

"اللہ اللہ ازلان بھائی ہمیں اس یونیورسٹی میں پڑھتے کافی عرصہ گزر گیا ہے اگر کوئی دوست بنالی تو کیا ہوا؟" منال نے معصومیت سے پوچھا۔
"بس منال کوئی اور بات نہیں بس کہانا میں تمہیں لینے آ جاؤں گا بات ختم۔" ازلان نے بات ختم کرنے کے انداز میں کہا۔

"سیدھی طرح بولیں ناکہ آپ ہماری نئی دوست سے جل رہے ہیں۔
ساری زندگی آپ ڈریکولا کے علاوہ کوئی دوست نہیں بنایا اور اب بنالیا تو آپ جل رہے ہیں۔" منال نے بھی غصے سے کہا۔
"ہاں ٹھیک ہے میں جل رہا ہوں خوش۔ تم جسٹ میری بیسٹ فرینڈ ہو اور کسی کی نہیں۔" ازلان نے کسی زدی بچے کی طرح کہا۔ ازلان کے اس انداز پر منال کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔
"لیونی۔"

(پاگل)

منال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ز مونگ دوستی داپارہ۔"

(ہماری دوستی کے لیے)

ازلان نے بھی سنجیدگی سے منال کی طرف مڑ کر کہا۔

"اب اتر و میری گاڑی سے اور جاؤ جا کر مریضوں کو بیمار کرو۔" ازلان نے

گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"مطلب حد ہی ہو گئی۔ ڈاکٹر کا تعنہ دیے بغیر آپ کو سکون نہیں آئے گا۔ جا

رہیں ہیں ہم۔" منال نے پوری قوت سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

ازلان کا سنجیدہ چہرہ غائب ہوا۔ ازلان نے مسکرا کر منال کو یونیورسٹی میں داخل ہوتے دیکھا۔ اور تب تک دیکھتا رہا جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

یہ تو ازلان احمد شاہ کی عادت بن چکی تھی۔ منال کو تب تک دیکھنا جب تک

وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔۔۔۔۔

منال ایم بی بی ایس کر رہی تھی جسکا آخری سال بھی اختتام کو پہنچ چکا تھا۔
منال نے اس سارے عرصے میں کسی کو دوست نہیں بنایا تھا۔ وہ ہر وقت
پڑھائی کرتی رہتی تھی۔ اس لیے دوستی کا وقت ہی نہ ملا۔ لیکن ان دنوں
ایک لڑکی کی منال سے خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ منال دو سیڑھیاں ہی
چڑھی تھی کے پیچھے سے کسی نے اسے پکارا۔

"منال رکو میں بھی آرہی ہوں۔" منال پیچھے مڑی تو سامنے ایک دہلی تلی
چھوٹے سے قد کی لڑکی گہرے نیلے رنگ کی شارٹ فرائڈ اور ساتھ جینز
پہنے بغیر دوپٹے کے سیڑھیوں کی گرل پکڑے ہاتھتے ہوئے نظر آئی۔ لڑکی
کے گہرے کالے رنگ کے بال کندھوں کو چھو رہے تھے۔ گندمی رنگت
والی لڑکی بہت حسین تھی۔ منال نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور بیگ سے
بوتل نکال کر سامنے کھڑی لڑکی کو دی۔

"آج تو لیٹ بھی نہیں ہو پھر کیوں بھاگ رہی ہو۔" منال نے سینے پر بازو
لپیٹتے ہوئے پوچھا۔ سامنے کھڑی لڑکی نے پانی کی بوتل لبوں سے جدا کی۔
ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"وہ کون تھا؟؟؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"وہ کون؟؟؟" منال نے پرسکون انداز میں پوچھا۔

"وہی خوبصورت سالٹر کا جس نے زبردستی تمہیں گاڑی میں بٹھایا پھر بد تمیزی کی اور تم نے اسکی کلاس لگائی۔" لڑکی خود کو پر سکون کرتے ہوئے بولی۔

"ہیں کیا ہو گیا ہے لڑکی چرس تو نہیں پی آئی صبح کون سا لڑکا کون سی بد تمیزی؟؟؟" منال نے حیرت سے سوال کیا۔

"ارے ابھی باہر تم گاڑی میں جس سے لڑ کر ٹھک سے دروازہ اسکے منہ پر مار آئی اسی کی بات کر رہی ہوں نا۔" لڑکی ہاتھ جھلاتے ہوئے کہا۔
"اللہ اللہ لڑکی تم واقع ہی چرس پی آئی ہو۔ حوش میں آؤ وہ ہمارے کزن تھے۔ اور کوئی بد تمیزی نہیں کی بس ویسے لڑائی ہو گئی تھی چھوٹی سی۔" منال نے بوتل اسکے ہاتھ سے چھینتے ہوئے کہا۔

"اوکے لیٹ می گیس۔ اس نے تمہیں پروپوز کیا ہو گا اس لیے تم اس سے لڑی ہیں نا؟؟؟" لڑکی نے پر جوش انداز میں کہا۔

"خدا کا خوف کرو لڑکی وہ ہمارے بھائیوں کی طرح ہیں وہ ایسی حرکت کبھی نہیں کریں گی۔" منال اوپر کی جانب چلتے ہوئے بولی۔ لڑکی بھی اسکے ساتھ چل پڑی۔

"ہاں ہاں دیکھتی ہوں کتنے دن یہ بھائی رہے گا۔ یہ جن کزنوں کو بھائی بولونا ہمیشہ وہی رشتہ بھیجتے ہیں۔" لڑکی نے برا سامنہ بنا کر کہا۔
"اچھا چھوڑو چلو کہیں بیٹھ جاتے ہیں۔"

بشر احیب کی منال سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ منال نے کسی سے دوستی نہیں کی تھی مگر بشر کی عادتوں اور حرکتوں کی وجہ سے وہ منال کو بہت اچھی لگی تھی۔ وہ یہاں کے باقی سٹوڈنٹس سے مختلف تھی۔ پڑھائی بھی کرتی تھی مگر بے فکر آزاد زندگی گزار رہی تھی۔ وہ یہاں واحد لڑکی تھی جو میڈیکل میں پڑھنے کے باوجود اتنی بے فکر تھی۔ اسی لیے منال نے اس سے دوستی کر لی۔ منال کا میڈیکل کا کورس تقریباً مکمل ہو چکا تھا امتحانات کے بعد منال کی ہاؤس جاب سٹارٹ ہونی تھی۔ آج اسے بشر اسے بھی ملنا تھا اس لیے یونیورسٹی آگئی۔ پورا دن یونیورسٹی میں گزارنے کے بعد جب گھر جانے کا وقت آیا تو بشر نے منال سے پوچھا۔

"تم میرے ساتھ چل رہی ہونا؟؟؟" بشر نے منال سے پوچھا۔
"ظاہر ہے تم نے کہا تھا تو ہم انکار تھوڑی کرتے۔" منال نے مسکرا کر جواب دیا۔

"چلو ویری گڈ باہر کسی اچھی سی جگہ کھانا کھائیں گے پھر کچھ چیزیں خریدیں گے پھر میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں گی۔" بشرانے پورا پلین بتایا۔

"جیسا آپ کا حکم ملکہ عالیہ۔" منال نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔ یونیورسٹی کا دروازہ کھلا تھا اس طرح کے سامنے سڑک کا منظر واضح تھا۔ یونیورسٹی کے دروازے کے سامنے راستہ بنا تھا جو بڑے گیٹ کی طرف جاتا تھا۔ دائیں بائیں پودے لگے تھے۔ پودوں کے پیچھے گراؤنڈ تھا جس پر لڑکے اور لڑکیاں ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے اور کوئی پڑھائی میں مصروف تھا۔ منال راستہ عبور کرنے کے بعد گیٹ سے باہر آئی۔

"تم یہیں میرا انتظار کرو میں پارکینگ سے گاڑی لے کر آتی ہوں۔" بشرانے بیگ سے چابی نکالتے ہوئے کہا۔

"آہ اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔" منال نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟؟؟" بشرانے منال کی طرف مڑ کے پوچھنے لگی۔ منال نے گردن ہلا کر سامنے کی طرف اشارہ کیا۔ بشرابھی سامنے دیکھنے لگی جہاں کالی لینڈ کروزر کے سامنے ایک خوبصورت نوجوان پاؤں کینچی کی صورت میں بنائے آنکھوں پر کالا چشمہ لگائے موبائل کی طرف متوجہ تھا۔

"ارے ارے یہ کیا بات ہوئی تم ایسے نہیں جاسکتی ہمارا پلین ہے منال۔"
بشرانے روہانسی صورت بنا کر کہا۔

"ہم کیا کر سکتے ہیں از لان بھائی نے منع کیا تھا اب جانا تو پڑے گاناں۔"
منال نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ وہ باتوں میں مصروف تھی اور انہیں
اندازہ ہی نہ ہوا کہ از لان کب انکے پاس آکھڑا ہوا۔
"منال چلو گھر دیر ہو رہی ہے۔" از لان نے ناخوش سی نظر غصے سے گھورتی
بشر پر ڈالی۔

"جی از لان بھائی بس آرہے ہیں آپ چلیں۔" منال نے کہا تو از لان نے
منال کے ہاتھ سے اسکا بیگ لیا۔

"مجھے دو یہ اور جلدی آؤ گاڑی میں میں انتظار کر رہا ہوں۔" از لان نے
آنکھوں پر چشمہ لگاتے ہوئے کہا۔ از لان کا ایسے گرلزیگ اٹھانے والی
حرکت پر منال کے ساتھ ساتھ بشر اکا بھی منہ کھل گیا۔
"جی جی بس آئے ہم۔"

منال چادر درست کرتے ہوئے بولی۔ از لان چلا گیا تو منال بشر کی طرف
گھومی۔

"بشرا آئی ایم سوری یار پھر کسی دن ضرور چلیں گے۔" منال نے بشر اکا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا جو ناراض سی منہ پھلائے کھڑی تھی۔

"ہاں ہاں جاؤ تم کہیں تمہارا وہ مسنوس مارا کزن ناراض نہ ہو جائے۔" بشر نے غصے سے کہا۔ ایک زوردار ہارن کی آواز کانوں میں گونجی تو منال غصے سے گاڑی کی طرف مڑی جہاں از لان فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ منال واپس بشر کی طرف گھومی۔

"منال میں ناراض نہیں ہوں اٹس اوکے آئی نو کوئی مسئلہ ہو گا تم جاؤ پھر کبھی چلے جائیں گے۔" بشر نے مسکرا کر کہا تو منال بھی مسکرا دی۔ منال نے بشر کو گلے لگا کر خدا حافظ کہا اور گاڑی کی طرف چل پڑی۔

از لان گاڑی سٹارٹ کیے بیٹھا تھا۔ منال جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی از لان نے گاڑی سڑک پر دوڑا دی۔

"از لان بھائی یہ کیا طریقہ ہے آپ نے بتایا بھی نہیں اور اچانک سے آگئے ہم نے بشر اسے وعدہ کیا تھا کہ ہم اس کے ساتھ جائیں گے۔" منال ناراضگی سے بولی۔

"ہاں تو میں نے بھی کہا تھا کہ تم کہیں نہیں جاؤ گی میں آ جاؤں گا لینے اور آ بھی گیا۔" از لان نے سامنے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
"حد ہو گئی بشر اکتی ناراض ہو گی ہم سے آپ کو اندازہ بھی ہے۔" منال نے دونوں بازوؤں کو سینے پر باندھتے ہوئے ناراضگی سے کہا۔
"ہاں اگر اتنی اچھی دوست ہے تو منالینا سے۔" از لان نے سنجیدگی سے کہا۔

"منالیں گے ہم آپ بس جلتے رہنا ہماری دوست سے۔" منال نے ایک گھورتی نظر از لان پر ڈالی اور باہر دیکھنے لگی۔ از لان بھی خاموشی سے گاڑی چلانے لگا۔

گھر پہنچ کر منال سامنے پڑے صوفوں پر دھپ سے آ کر بیٹھ گئی۔
"ارے ارے تم اتنی جلدی آ گئی تم نے تو آج بشر کے ساتھ جانا تھا نا۔" زینب جو کچن میں کھڑی کچھ کر رہی تھی منال کو دیکھ کر بولی۔
"تمہارا ڈریکولا بھائی ہمیں کہیں جانے ہی نہ دے دے۔" منال نے غصے سے سامنے بیٹھے از لان کو دیکھ کر کہا۔

"بھائی یہ کیا بات ہوئی اگر منال کو جانا تھا اپنی فرنڈ کے ساتھ تو جانے دیتے منال تائی جان سے اجازت لے کر گئی تھی۔" زینب پانی کا گلاس از لان کو دیتے ہوئے بولی۔

"ہاں بس تم دونوں کو ہمیشہ از لان ہی غلط لگتا ہے کیا پتا کون ہے کہاں کی ہے کیسی ہے بس دوست بنا لیا تو نکل پڑو اس کے ساتھ کہیں بھی یہ اچھا ہے۔" از لان نے گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی بری لڑکی نہیں ہے بشر میں بھی اس سے ملی ہوں اتنی اچھی ہے وہ۔" زینب منال کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"بس تم دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کی چچیاں ہی بنی رہنا۔" از لان نے بگڑے تاثرات کے ساتھ کہا۔

"سارے گرام خراب کر دیا ہمارا۔" منال نے شدید غصے سے کہا۔

"منال میری بات دھیان سے سنو وہ تمہاری دوست ہے تو اسے گھر بلاؤ اس کے گھر جاؤ مجھے مسئلہ نہیں ہے پر ایسے باہر گھومنے کی اجازت تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔" از لان نے آرام سے منال کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"آپ کو کیا مسئلہ ہے ہم ماما سے اجازت لے کر ہی گئے تھے ان نے تایا جان کو بھی بتا دیا تھا پھر کیا مسئلہ تھا؟" منال کا غصہ بالکل کم نہ ہوا۔

"منال پلیزیار تمہیں میری بات سمجھ میں کیوں نہیں آرہی ہر انسان دوست بنانے کے قابل نہیں ہوتا ہر ایرے غیرے کو اگر دوست بنالیا جائے تو زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔" از لان نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ منال اور زینب دونوں ہی خاموش ہو گئی۔

از لان اپنی بات پوری کر کے انہی بگڑے تاثرات کے ساتھ اٹھ کر اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا یہ ہماری بے عزتی کر کے گئے ہیں؟" منال نے سیڑھیوں کو دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے انداز میں سوال کیا۔

"اسے بے عزتی نہیں کہتے میری جان کیوں کے ہم پر کون سا اثر ہو جانا ہے۔" زینب صوفے پر سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"ارے ارے ہاں یاد آیا تمہارا بھائی تھوڑا سا ذہنی مریض بھی ہے لحاظاً معاف کیا۔"

"اچھا بس بس اب میرے پیارے بھائی کو کچھ اور مت بولنا۔" زینب کچن میں جاتے ہوئے بولی۔ منال بھی اسکے پیچھے چل پڑی۔ زینب فرج سے سبزیاں نکال کر کاٹنے لگی اور منال شیف کے سامنے سٹول پر بیٹھ گئی۔

"واہ آج تو زینب بی بی ہمیں کھانا کھلائیں گی کوئی خاص بات ہے کیا؟" منال نے شرارت سے پوچھا۔

"ہاں خاص تو ہے۔" زینب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اور کیا ہے وہ خاص بات؟" منال چہرہ ہاتھوں میں رکھے زینب سے پوچھنے لگی۔

"خاص بات یہ ہے کہ وقار بھائی آرہے ہیں شام میں۔" زینب نے شرارتی مسکراہٹ منال کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔

"ہیں کیا آج وقار بھائی آرہے ہیں؟" منال کا شرارتی چہرہ غائب ہوا۔

"جی میری جان آرہیں ہیں بس دو کچھ دیر میں پہنچ جائیں گے۔" زینب نے سبزی کاٹتے ہوئے کہا۔

"اللہ اللہ وقار بھائی نے آتے ساتھ پڑھائی کا پوچھنا شروع کر دینا ہے اور پیپرزمیں باہر جانا بھی بند۔" منال پریشانی سے بولی۔

"جی بلکل صحیح سمجھی آپ۔" زینب نے مسکرا کر جواب دیا۔ منال نے

بھاگتے ہوئے صوفے سے اپنا بیگ اٹھایا اور کمرے کی جانب بھاگی۔ زینب مسکرا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

زینب بی اے اسٹس سائیکالوجی پڑھ چکی تھی اور اب گھر میں ہی ہوتی۔

شام کے وقت احمد یار خان انکی بیوی تحریم خان اور منال کی والدہ زرینہ گل گھر کے باہر بنے لان میں بیٹھے تھے۔ منال اور زینب کچن میں انتظامات دیکھ رہی تھیں۔ "اس بار وقار آئے تو اس سے شادی کی بات کیجیے گا آخر کو گھر کا بڑا بیٹا ہے اسکی شادی ہوگی تو ہی باقی بچوں کا بھی سوچیں گے کچھ۔" تحریم خان جو درمیانی عمر کی صحت مند نکھری رنگت والی خاتون تھی احمد سے بولی۔ "ہاں بات تو صحیح ہے مگر میں بچوں پر زبردستی کرنے کا عادی نہیں ہوں جب بچوں کو بہتر لگے میں انکی خواہش کا احترام کروں گا۔" احمد نے چائے پیتے ہوئے جواب دیا۔ "بات تو درست کہی آپ نے بھائی صاحب ابھی ویسے بھی بچے پڑھ رہے ہیں کوئی جلدی نہیں ہے۔"

زرینہ گل نے بھی احمد کی بات میں حامی بھری۔

"مگر اب اسکا یہ مطلب بھی نہیں کے بچوں کی پسند کا انتظار کرتے کرتے ہی ہم دنیا سے رخصت ہو جائیں۔" تحریم غیر متفق تھی۔

"اچھا بیگم آپ خود بچوں سے بات کر لینا جیسے آپ کو اور بچوں کو بہتر لگے۔" احمد نے حتمی انداز میں کہا تو تحریم اور زرینہ خاموشی سے چائے پینے لگیں۔

بچن میں شیلف کے سامنے سٹول پر منال بیٹھی سامنے پلیٹ میں کباب رکھے توڑ توڑ کر کیچپ کے ساتھ لگا کر کھا رہی تھی۔ زینب دو بٹہ گلے میں ڈالے بازو کہنیوں تک چڑھائے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے کام میں مصروف تھی۔

"ویسے تمہیں بھی کچھ پڑھ لینا چاہئے ان گھر کے کاموں سے تو جان چھوٹے گے۔" منال نے کباب کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔
"ان کاموں سے کبھی جان نہیں چھوٹنی میں بی ایچ ڈی کر کے اگر کوئی جاب کر لوں تب بھی کام تو کرنا پڑے گا۔" منال نے زینب کی بات سمجھتے ہوئے برا سامنہ بنایا تھا۔ ان دونوں میں بچپن کی دوستی تھی وہ ایسے ہی ایک دوسرے کی بات سمجھ جایا کرتی تھی۔
"بس تمہارا پھر سے شادی نامہ سٹارٹ ہو گیا۔" منال نے دوسرا کباب توڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو غلط تو نہیں کہہ رہی کل کو شادی ہو جائے گی تو مجھے ہی کام کرنا پڑے گا نایا میرے شوہر باہر بھی کام کریں اور گھر بھی اچھا تھوڑی لگتا ہے؟؟"
زینب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اللہ اللہ زمرید شوہر سنا تھا آج بیوی دیکھ لی وہ اور وہ بھی ایسی جسلی ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی اور شوہر کا تو اتنا پتا ہی نہیں ہے۔" منال نے کڑوے تاثرات سے کہا۔ "ہاں تو ہو جائے گی نا کبھی نا کبھی۔" زینب نے معصومیت سے کہا۔

"زیادہ جلدی ہو تو بتاؤ میں چاچا جان سے بات کرتی ہوں۔ اور اگر کوئی پسند ہے تو بتاؤ میں اس کا تعارف کرواتی ہوں چاچا جان سے۔" منال نے شرارت سے کہا۔

"منال اگر میں کسی کو پسند کرتی ہوں تو اس سے شادی کرنا جرم تو نہیں ہے نا؟؟" زینب نے سنجیدگی سے سوال کیا جبکہ منال اسے ہکا بکا دیکھ رہی تھی۔ "کیا تم واقع کسی کو پسند کرتی ہو؟؟" منال نے شاک سے پوچھا۔

"ہاں کرتی ہوں اور بہت زیادہ کرتی ہوں۔" زینب نے آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔ منال ایک دم اٹھی اور زینب کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ "زینب تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا بلکہ کسی کو نہیں بتایا؟؟" منال سنجیدہ ہو گئی تھی۔ زینب کا سبزی کا ٹٹا ہاتھ پل بھر کے لیے رکا پھر ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے کیوں کے اس سے رشتہ قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔"
زینب نے افسوس سے کہا۔

"ارے کیوں ممکن نہیں ہے؟ تم بتاؤ تو بھلا وہ ہے کون اگر نہ مانا تو ہم بھی
پٹھان ہیں یاد رکھے گا کہ کس کو انکار کیا تھا۔" منال نے غصے سے کہا۔
"میں نے کہا نا یہ ممکن نہیں ہے۔" زینب اپنی بات پر بزد تھی۔
"کیوں؟" منال نے سوال کیا۔

"کیوں کے اسکی شادی ہو چکی ہے اور اسکے تین بچے بھی ہیں۔"
زینب کی اس بات سے منال کا تو مانوسر ہی چکرا گیا تھا۔ "کیا؟ یہ کیا کہہ رہی
ہو تم زینب؟ ہوش میں ہو کیا لڑکے کے باپ سے تو پیار نہیں ہو گیا
تمہیں؟"

"مسئلہ یہ نہیں ہے منال مسئلہ یہ ہے کہ اس شخص کا وجود اب نہیں ہے۔"
زینب دکھ سے چورلحجے میں بولی۔

"ہمارا تو سرچکرا رہا ہے زینب کس بوڈھے روح سے پیار کر لیا تم نے؟؟"
منال سرپیٹ دینے کے قریب تھی۔

"اس شخص پہ لاکھوں لڑکیاں مری بیٹھی ہیں منال وہ سالار سکندر جو ہے۔"
زینب نے اپنے تئیں بہت دکھی لہجے میں کہا تھا جبکہ منال کا تو اسکی بات سن کر

منہ ہی کھل گیا تھا۔ چند سیکنڈ گہری خاموشی کے بات منال کی ایک عصبیلی چیخ گونجی تھی۔ "زیہہ بسبب تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہم سے اتنا گند امزاق کرنے کی۔" اب منال زینب کو کچھ مارنے کے لیے ڈھونڈ رہی تھی جبکہ زینب اس کے حملے سے بچنے کے لیے باہر بھاگی تھی۔

"ہمارے سالار جی کے بارے میں تم نے ایسا سوچا بھی کیسے؟؟" منال غصے سے چھری لے کر زینب کی جانب آئی تھی۔

"ہاں منال میں نے جب سے سالار کی گہری کالی آنکھیں دیکھی ہیں مجھے تو اور کچھ سوچتا ہی نہیں ہے۔" زینب اسے مزید تپا پے ہوئے بولی۔ منال چھری لے کر زینب کے قریب آئی اور مصنوعی قتل کرنے کا ڈرامہ کرتے ہوئے اسکو پکڑ لیا۔

"کب دیکھی تم نے سالار کی آنکھیں ہم نے تو نہیں دیکھی اب تک۔" یہ کہتے منال کے چہرے پر کچھ جھوٹ کی رمک تھی۔

"یا اللہ خیر یہاں تو جنگ شروع ہے۔" از لان نے انہیں دیکھتے ہوئے صدمے سے کہا۔

"آپ چپ رہیں از لان بھائی یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔" منال چھری از لان کی جانب موڑتے ہوئے بولی جو از لان ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے

چھین چکا تھا۔

"ہو گا ذاتی مسئلہ پر میری اکلوتی بہن کو میں ایسے مرتے نہیں دیکھ سکتا۔"
ازلان چھڑی شلف پر رکھتے بولا۔

"آپ کو پتا ہے اس ڈائین نے ہمارے سالار پر گندی نظر رکھی ہوئی ہے۔"
منال نے کڑوے تاثرات سے زینب کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یا میرے اللہ یہاں سالار کے لیے لڑائی ہو رہی ہے۔" ازلان کو جیسے
شدید جھٹکا لگا تھا۔ "اور نہیں تو کیا سالار کے لیے تو ہم۔۔۔۔۔"

منال کی بات بیچ میں تھی جب ازلان بولا۔

"بس کرو یہ سالار نامہ پچھلے ۱۰ سال سے سنتا آرہا ہوں باہر چلو بھائی آئے
ہیں۔" "ہائے اللہ وقار بھائی آ بھی گئے۔"

"ہاں جی آگئے ابہر ہیں چلو اور پانی بھی لے آنا ان کے لیے۔" ازلان
ہدایت کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ منال بھی اسکے پیچھے چل پڑی جبکہ زینب
پانی لینے کچن میں چلی گئی۔ باہر آکر منال کی نظر وقار پر پڑی۔ وہ پاکستان
آرمی کی وردی میں ملبوس بے تحاشا حسین لگ رہا تھا۔ منال اور ازلان باری
باری وقار سے ملے۔

رسمی کلمات کے بعد وقار ازلان سے مخاطب ہوا۔

"کیسی جار ہی ہے سٹڈیز؟؟؟"

"جی بھائی بہت بہتر بس اب اس سیمسٹر کے پیپر بھی قریب ہی ہیں۔"

ازلان نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے اچھے سے پڑھائی کرنی ہے تاکہ آگے جا کر کوئی اچھی نوکری کر سکو۔" وقار نے نصیحت کی۔

"بیٹا جاؤ ہاتھ منہ دھو کر کچھ دیر آرام کر لو۔" تحریم نے اپنے بچے کو پیار سے کہا۔

"جی امی۔" وقار مختصر جواب دے کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

اگلے دن وقار اور ازلان صبح سے ہی گھر میں دکھائی نہ دیے۔ دوپہر کے وقت منال نے زینب سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ صبح ہی باہر چلے گئے تھے۔ ازلان اور وقار میں بچپن سے ہی بہت دوستی تھی۔ ازلان وقار کی ہمیشہ عزت کرتا تھا۔ وقار جب بھی گھر آتا ازلان کے ساتھ کہیں نا کہیں نکل پڑتا اس لیے کوئی زیادہ توجہ نہ دیتا۔ شام کے وقت زینب کچن میں کھانا بنانے کی غرض سے جارہی تھی سامنے بیٹھی منال پر نظر پڑی۔ "کہاں جارہی ہو۔" منال نے زینب سے پوچھا۔

"رات کا کھانا بنانے جارہی ہوں۔" زینب نے چکن کی جانب بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

"رہنے دو کھانا مت بنانا زلان بھائی نے کہا ہے رات کو باہر کھانا کھائیں گے۔" منال نے اسے بتایا۔

"اچھا چلو صحیح ہے۔" زینب واپس آتے ہوئے بولی اور منال کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

رات کو زلان اور وقار نے منال کو ایڈریس بھیج دیا اور ان سب کو وہاں آنے کی تاکید کی۔ سب لوگ جب وہاں پہنچے تو زلان اور وقار باہر ہی انکا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ایک اوپن ایئر ایریا تھا جہاں بہت خوبصورتی سے سرخ رنگ کے کپڑے سے ڈھکے ٹیبل کے ارد گرد سفید کپڑے سے ڈھکی کرسیاں لگائی گئیں تھیں۔

ان کے کرسیوں پر براجمان ہوتے ہی ایک ویٹرانے قریب آیا اور آرڈر لے کر شائستگی سے انہیں انتظار کرنے کا بول کر مڑ گیا۔

"کہاں تھے تم دونوں پورا دن؟" احمد زلان اور وقار سے مخاطب ہوئے۔

"ابو جان کچھ دوستوں سے ملاقات کرنی تھی اور کچھ سامان بھی چاہئے تھا مجھے زیادہ دن کی چھٹی نہیں ملی اس لیے سوچا آج ہی سارے کام مکمل کر لوں اکیلا بور ہوتا تو از لان کو بھی ساتھ لے آیا۔" وقار نے نہایت عزت اور سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ "چلو اچھا ہے اب گھر میں سب کے ساتھ آرام سے وقت گزارنا۔" احمد نے مسکرا کر وقار سے کہا۔ اسی دوران کھانا لایا گیا۔ سب لوگ ہلکی پھلکی گفتگو کر رہے تھے جب اچانک وقار احمد سے بولا۔ "ابو از لان اور منال کی منگنی کب تک کرنے کا ارادہ ہے؟" وقار کی اس بات سے وہاں بیٹھا ہر شخص اپنی جگہ سن ہو گیا تھا۔ چند پل کی خاموشی کے بعد احمد بولے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے؟؟" احمد انتہائی سنجیدہ ہو گئے تھے۔ "یہ بات بعد میں بھی ہو سکتی ہے ابھی کھانا کھاتے ہیں۔" از لان نے کچھ ہڑ بڑا کر بات کو ٹالنا چاہا تھا۔ جبکہ منال کو جیسے چودہ سو والٹ کا جھٹکا لگا تھا اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بات ہو رہی ہے۔

"نہیں کوئی بات ہے تو ابھی کر لیتے ہیں۔" احمد نے از لان سے کہا جبکہ از لان نے ایک بے بس نظر وقار پر ڈالی جسے وقار نظر انداز کر چکا تھا اور اب احمد کی جانب متوجہ تھا۔

"ابو اگر آپ اس انتظار میں از لان اور زینب کو بیٹھا کر رکھیں گے کہ پہلے میری شادی ہوگی تو یہ غلط ہے آپ کا فیصلہ درست ہے مگر میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا اور میرے خیال میں آپ کو میرا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔" وقار نہایت سنجیدگی سے بولا تھا۔

"بیٹا از لان کی اب تک کسی سے بات طے نہیں ہوئی نہ اس نے ایسا کوئی اظہار کیا ہے پھر تم اچانک یوں منگنی کی بات کیسے کر سکتے ہو؟" احمد نے منال کا نام لے کر بات کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"ابو از لان مجھے بتا چکا ہے اور میں اس کی طرح انتظار نہیں کرتا میں صاف اور سیدھی بات کرنے کا عادی ہوں۔"

منال بے بسی سے ماں کو دیکھنے لگی جو خاموشی سے وقار کو سن رہی تھی۔
"اتنی جلدی بات کرنے کا بھی نہیں بولا تھا۔" از لان انتہائی کم آواز میں بڑبڑایا تھا۔ "تو کب بات کرنی ہے جب منال کسی اور سے شادی کر لے گی۔" وقار اپنے ازلی سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔ منال نے بے بسی سے سر جھکائے آنکھیں میچ لی تھی۔

"یہ بات ہم گھر جا کر بھی کر سکتے ہیں آرام سے کھانا کھاؤ۔" احمد نے بات کو ٹالنا چاہا۔ سب نے انتہائی خاموشی سے کھانا کھایا منال کی بھوک اب اڑ چکی

کھی پر مجبور آپلیٹ میں کچھ ہلار ہی تھی۔

گھر واپسی پر از لان وقار پر برس پڑا تھا۔

"بھائی یہ کیا طریقہ تھا میں نے آپ کو ابو سے بات کرنے کا کہا تھا پورے

خاندان کو بتانے کا نہیں کہا تھا۔" از لان وقار سے انتہائی ناراض تھا۔

"تو کیا ابو نے تم دونوں کی چھپ کے شادی کرانی ہے تاکہ کسی کو پتہ نہ

چلے۔" وقار نے از لان کی ناراضگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اور بات بھی رشتے کی نہیں سیدھی منگنی کی اف میرے اللہ پتا نہیں منال

میں کیا سوچ رہی ہو گی۔" از لان نے بے بسی سے کہا۔

"یہی کہ وہ منگنی پر کون سا جوڑا پہنے گی۔" وقار نے اسکی ازلی عادت پر

چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بھائی آپ نے اچھا نہیں کیا یہ سب۔" از لان نے وقار سے کہا۔

"یہ بھی اچھا ہے پہلے خود منتیں کرو اور جب مدد کرو تب مکر جاؤ اپنی بات

سے۔" وقار اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"مدد کا کہا تھا پورے خاندان کے سامنے ڈھنڈورا باکس کھولنے کا نہیں کہا تھا

سوچا تھا آپ بڑے ہیں سمجھداری سے کام لیں گے پر آپ نے تو۔۔۔"

ازلان کی ادھوری بات وقار باخوبی سمجھ گیا تھا تبھی سر جھٹک کر گاڑی
چلانے لگا۔ گھر پہنچ کر منال اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی۔ زینب کو سمجھ
نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے پاس جائے یا نہیں۔ عام حالات میں وہ اس کے
پاس جاتی اس سے بات کرتی پر یہاں زینب کے بھائی نے کوئی مناسب بات
نہیں کی تھی اس لیے زینب بھی خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔

صبح ناشتے پر سب نے کسی بھی بات کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ ازلان دیکھ رہا تھا کہ
منال غیر آرامدہ سی بیٹھی ہے۔ ازلان نے منال کو دیکھنے کے بعد ایک
بے بس سی نظر وقار پر ڈالی جس نے نہایت سادگی سے کندھے اچکا دیے
ایسے جیسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ کھانے کے بعد منال اپنی پڑھائی کا بتا کر
کمرے کی جانب چلی گئی۔

منال بے دلی سے کتاب کھولے گم سم سی بیٹھی تھی جب دروازے پر دستک
ہوئی۔ منال نے وہیں سے بیٹھے اندر آنے کی اجازت دی تو زینب اندر داخل
ہوئی۔

"آؤ زینب۔" منال نے سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا؟؟؟" زینب کھڑے کھڑے ہی بولی۔

"بھلا تم کب سے ہم سے ایسی باتیں پوچھنے لگی؟؟؟" منال نے ہنس کر کہا۔
"بیٹھو۔" منال نے زینب کو کہا۔

"نہیں بیٹھنا نہیں ہے باباجان اور تائی جان تمہیں باہر بلارہے ہیں آ جاؤ۔"
منال کی چھٹی حس نے ایک سیکنڈ میں اسے بتا دیا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔

"خیریت ہے سب؟؟؟" منال نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔
"ہاں تم خود آ کر دیکھ لو۔" زینب یہ کہہ کر باہر چلی گئی۔ منال نے اپنے سر پر
دو بٹے کو اچھے طریقے سے رکھا اور باہر کی جانب چلی گئی۔
"السلام و علیکم۔۔" منال نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"والسلام اسلام آؤ بچے بیٹھو۔" احمد صاحب نے بہت پیار سے اس سے کہا۔
کمرے میں زینب کے علاوہ سب موجود تھے۔ منال کو گھٹن کا احساس ہونے
لگا۔ یہ سب کیا ہونے والا تھا؟؟؟ منال خاموشی سے زرمینہ گل کے پاس بیٹھ
گئی۔ از لان باغور اسکو دیکھ رہا تھا۔ منال اور زرمینہ گل کے دائیں جانب
صوفے پر احمد یار خان اور انکی بیوی تحریم بیٹھے تھے۔ جبکہ بالکل سامنے از لان
اور وقار بیٹھے تھے۔

"منال تمہارے فائنل ایگزامز کب ہیں؟" وقار نے اسے مخاطب کیا۔

"جی بھائی اگلے مہینے ہیں۔" منال نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"اسکے بعد؟؟؟" وقار نے سنجیدگی سے ایک اور سوال کیا۔

"پیسپرز کارزلٹ آئے تو اسکے بعد ہاؤس جاب سٹارٹ ہوگی۔" منال نے ابکی

بار وقار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر از لان کی نظریں خود پر محسوس کر کے اس نے دوبارہ نظریں جھکالی۔

"ارزلٹ کتنے وقت بعد آئے گا۔" ابکی بار احمد نے سوال کیا۔ منال کی گھٹن بڑھنے لگی۔

"تقریباً ۳ سے ۵ ماہ تک۔" منال نے احمد کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

"بچے ہم آپ کی اور از لان کی منگنی کروانا چاہتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ

تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" احمد نے منال کے سارے خدشات کو

درست ثابت کرتے ہوئے منال کے سر پر بم پھوڑا تھا۔ منال کی آنکھوں

میں آنسوؤں جمع ہو گئے۔ منال نے اپنی ڈبڈباتی آنکھوں سے ماں کو دیکھا

جنہوں نے آنکھیں جھپکا کر اسے تسلی دی یا پھر ہاں کرنے کے لیے حوصلہ۔

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے بچے؟؟؟" احمد نے اپنائیت سے پوچھا۔

"میں ماما کی کے فیصلے کو تسلیم کروں گی جیسا انہیں بہتر لگے۔" منال کہہ کر کمرے سے باہر آگئی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"آپ بے فکر رہیں بھائی صاحب منال کو اس رشتے سے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا آخر دونوں بچے بچپن سے ساتھ ہیں کوئی مسئلہ کی بات نہیں ہے۔"

"زرمینہ گل نے احمد کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے منال انکار نہیں کرے گی مگر ہم بچوں پر کسی بھی زور زبردستی کے قائل نہیں ہیں آپ اچھی طرح منال سے پوچھ لیجیے گا اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔" احمد اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

ازلان اب تک اسی سوچ میں غرق تھا کہ آخر منال کیا جواب دے گی۔ منال کی آنکھوں میں آنسوؤں نے ازلان کو بے حد پریشان کر دیا تھا۔ اپنے کمرے میں آکر منال نے کمرے کا دروازہ زور سے بند کیا اور دو بٹا صوفے پر اچھال کر اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔ یہ سب آخر کیا ہو رہا ہے؟ اتنے جلدی منگنی؟ کسی نے مجھ سے پوچھا تک نہیں کہ میری کیا مرضی ہے؟ یا اللہ اب ہم کیا کریں ہم بڑے ابو کو منع بھی نہیں کر سکتے۔ آخر ازلان بھائی کو کیا مجبوری تھی یہ سب کرنے کی؟ اللہ

اللہ اب ہم کیا کریں۔ لیکن منع کرنے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ہے۔ آخر ہم سب سے کیا کہیں کہ۔۔۔۔۔

آنسوؤں اسکی آنکھوں سے پھسل کر گالوں پر بہہ گئے تھے۔ دروازے پر دستک ہوئی تو منال نے آنکھیں صاف کیں اور دوپٹا سر پر رکھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے زینب کنفیوز سی کھڑی تھی۔

منال بغیر کچھ کہے سامنے سے ہٹ گئی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ زینب دروازہ بند کر کے اسکے سامنے ا بیٹھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں منال؟" زینب نے منال کی سرخ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"جو ہوا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔" منال نے سرخ آنکھوں سے زینب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسا بھی کیا ہو گیا ہے جو تم نے اپنی یہ حالت بنا دی ہے منال۔" زینب نے پریشانی سے کہا۔

"زینب ہم اس وقت اکیلے رہنا چاہتے ہیں پلیز۔" منال نے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں از لان بھائی کی بہن بن کر نہیں تمہاری دوست بن

کر آئی ہوں بتاؤ مجھے کہ تم کیا چاہتی ہو اور ظاہر سی بات ہے جو تم کہو گی وہی ہو گا۔ "زینب نے منال کو سمجھالنا چاہا۔

"کیسے ہو گا زینب تمہیں کیا لگتا ہے سب نے مجھے جس سیویشن میں ڈال دیا ہے میں منع کر سکتی ہوں۔" منال کی آنکھوں سے آنسوؤں دوبارہ جاری ہو چکے تھے۔

"تم مجھے وجہ بتاؤ پھر یہاں کوئی زبردستی کرے تو میں تمہارا ساتھ دوں گی۔" زینب نے پیار سے منال کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دی۔ منال نے ڈبڈبائی آنکھوں سے زینب کو دیکھا۔ کیا اسے بتا دینا چاہیے؟؟ منال نے سوچھا پھر رخ زینب کی جانب موڑ کر بیٹھ گئی۔

"تم ہمیں برا نہیں سمجھو گی۔" منال نے جیسے تسلی چاہی تھی۔
"بلکل بھی نہیں۔" زینب نے اسے پرسکون کیا تھا۔

"زینب۔۔۔" منال جیسے بات شروع کرنے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہی تھی۔

"دراصل اس دن نا۔۔۔۔۔" منال جیسے جیسے بات کرتی گئی زینب کا ماتھا شکن آلودہ ہوتا گیا۔ بات اتنی تویل نہ تھی۔ بات مکمل کر کے منال نے بھیگی آنکھوں سے زینب کو دیکھا جیسے کہنا چاہ رہی ہو اب؟؟

زینب چند لمحے یوں ہی منال کو دیکھتی رہی۔

"تم نے بہت غلط کیا منال۔" زینب نے قدرے مایوسی سے کہا۔ منال اس کی بات سن کر تڑپ گئی۔

"زینب پلیز تم تو ایسا مت کہو۔" منال کی بے چینی مزید بڑھ گئی۔ "اب ہمیں بتاؤ کہ ہم کیا کریں؟"

منال جیسے کوئی راستہ تلاش کر رہی تھی۔

"تم بھائی سے منگنی کر لو منال۔" زینب کی اس بات پر منال نے زینب کو حیرت سے دیکھا پھر سر جھٹک کر نظریں جھکا لیں۔

"تم اب بھی سوچ رہی ہو کہ میں بہن بن کر کہہ رہی ہوں ایسا نہیں ہے میں تمہیں دوست بن کر مشورہ دے رہی ہوں۔" زینب نے اسے تسلی دینا چاہی۔

"مگر زینب ان نے کہا تھا کہ۔۔۔۔" زینب نے منال کی بات کاٹ دی۔

زینب کی بات سن کر منال جیسے سن ہو گئی تھی۔

"زینب۔۔۔"

منال نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے زینب کو دیکھا جیسے یقین کرنا چاہ رہی تھی کہ یہ زینب نے کہا تھا۔ ابھی وہ کچھ کہتی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ زینب نے

منال کو دیکھا جواب بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"چچی جان ہوں گی میں امید کرتی ہوں کہ تم میری بات پر غور کرو گی اور سمجھداری کا فیصلہ کرو گی۔" زینب اپنی بات مکمل کر کے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

"آئیں چچی جان۔" زینب نے مسکرا کر زرینہ گل سے کہا۔ زرینہ اندر آئیں تو زینب بغیر کچھ کہے نیچے کی جانب بڑھ گئی۔ زرینہ منال کے پاس آ کر بیٹھی۔ منال جب تک سمجھل چکی تھی۔

"منال بچے۔۔۔" زرینہ نے منال کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا منال نے آنکھیں میچی تو آنسوؤں دوبارہ جاری ہو گئے۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟؟؟" زرینہ منال کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پوچھنے لگی۔
"ماما اتنی جلدی کیا ہے کچھ تو صبر کر لیں ابھی ہم نے پڑھائی مکمل کرنے ہے۔" منال نے بہانا تلاشنا چاہا تھا۔

"بچے تمہاری پڑھائی مکمل ہو چکی ہے اب اور کون سا کل ہی شادی کر دیں گے تمہاری۔" زرینہ نے پیار سے سمجھانا چاہا تھا۔

"جیسے منگنی کا دھماکا کیا ہے شادی بھی ایسے ہی کر دیں گے۔" منال نے آنکھیں پو کھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تحریم سے کہ دیا ہے کہ تم پر ابھی بوجھ مت ڈالیں تم پیپر دے لو پھر آراں سے منگنی کے انتظامات کریں گے۔" منال کی آنکھیں ایک دم کھل گئی۔

"آپ نے انہیں ہاں کر دی؟؟؟" منال نے ماں کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ظاہر ہے کل بھی تو کرنی تھی۔" زرمینہ اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھتے ہوئی تھی۔ منال آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھے گئی۔
دروازے میں جا کر زرمینہ منال کی جانب مڑی۔

"تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے نا؟" زرمینہ کے سوال پر منال نے آنکھیں بند کر کے نفی میں سر ہلایا۔

"خوش رہو۔" زرمینہ مسکرا کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

لڑکیوں کی رضامندی ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ "ناں" میں لیٹی "ہاں" اور "ہاں" میں لیٹی مجبوریاں۔

منال نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور بیڈ پر دھپ سے لیٹ گئی۔ آنسوؤں ایک بار پھر آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ شاید زینب واقع ٹھیک کہہ رہی تھی۔ منال نے آنکھیں بند کر کے خود سے کہا اور بغیر وقت دیکھے اسکی آنکھ لگ گئی۔

اگلے چند دن خاموشی سے گزر گئے۔ منال کے امتحانات کے دوران کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وقار منال کی امتحانات سے پہلے واپس جا چکا تھا اور یقین دہانی کروا کر گیا تھا کہ اب وہ از لان کی منگنی پر ہی واپس آئے گا۔ اس دوران منال اور از لان میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی اور از لان ایسی کوئی بات کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ منال نے فل حال بشر کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔

اب جب منال کے اگزامز ختم ہوئے گھر میں منال اور از لان کی منگنی کی بات چل پڑی۔ مارچ کے آخری ہفتے میں منگنی طے پائی۔

"آخر ان سب کو اتنی جلدی کیا ہے؟؟" منال نے سامنے بیٹھی زینب سے کہا جو اسے یہ بتانے آئی تھی کہ کل منال کو شاپنگ کے لیے جانا ہے۔

"یہ تو ہمارے خاندان کا اصول ہے چٹ منگنی پٹ بیاہ۔" زینب نے چٹنی بجاتے کہا۔ "عجیب اصول ہیں۔" منال نے کمرے میں بک شیلف میں کتابیں درست کرتے کہا۔

"خیر مجھے تو لگتا ہے یہاں کسی سے صبر نہیں ہو رہا اس لیے اتنی جلدی ہو رہی ہے۔" زینب نے منال کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"منہ بند رکھو کچھ بھی بول دیتی ہو۔" منال نے ناراضگی سے کہا۔

"اچھا اب میں جارہی ہوں اور تیار رہنا کل صبح شاپنگ کے لیے نکلنا ہے۔"
زینب یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔ منال کتابیں درست کرنے میں
مصرف ہو گئی۔

اگلے دن منال صبح ناشتے کے بعد تیار ہو رہی تھی جب زرینہ کمرے میں
داخل ہوئی۔ "منال بچے تیار ہو گئی؟؟؟" انہوں نے پیار سے پوچھا۔
"جی ماما جان بس آرہے ہیں۔"

"ماشاء اللہ میری بچی بہت حسین لگ رہی ہے۔" زرینہ نے منال کے سر پر
ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں تو کہہ رہی تھی کہ تمہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے مگر از لان نے
کہا کہ تم اپنی مرضی سے شاپنگ کر لو تو اچھا ہے۔" زرینہ نے کہا۔ منال
نے سر پر دوپٹا رکھتے ماں سے کہا۔

"صحیح ہے ہم خود دیکھ لیں گے چلیں۔"

"ارے جاؤ تم میں زرا تحریم سے کچھ بات کرنے جارہی تھی۔"

"کیا مطلب آپ اور چچی نہیں جارہیں؟؟؟"

"ارے نہیں بچے زینب اور از لان جائیں گے تمہارے ساتھ جاؤ۔ خدا حافظ

۔" زرینہ نے منال کا ہاتھ چوما اور کمرے سے باہر آگئی منال کو بالکل اندازہ

نہیں تھا کہ از لان بھی ان کے ساتھ جا رہا ہے۔

"خیر ہے پہلے بھی تو جاتے تھے اب کیا ہو گیا۔" منال نے خود سے کہا اور کمرے سے باہر آگئی۔ دراصل ان دونوں کے رشتے کے بعد سے منال از لان کے سامنے کم سے کم آیا کرتی تھی اور اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ از لان کا سامنا کیسے کرے گی۔ اب وہ دونوں وہ بچپن والے دوست نہیں رہے تھے۔

منال نے پنک رنگ کی سادہ قمیض شلوار پہن رکھی تھی اور سر پر گہرے نیلے رنگ کا دوپٹا بہت نفاست سے رکھا ہوا تھا۔ منال نیچے آئی تو زینب سامنے کھڑی تھی

۔ "میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی آؤ چلتے ہیں۔" وہ دونوں باہر کی جانب بڑھ گئی۔ از لان گاڑی میں بیٹھا انکا انتظار کر رہا تھا جب اسکی نظر سامنے سے آتی منال پر پڑی۔ زینب کو تو اس نے سرے سے دیکھا تک نہیں تھا۔ منال بغیر از لان کو دیکھے گاڑی میں بیٹھنے والی تھی جب از لان نے سنجیدگی سے کہا۔

"محترمہ آپ آگے آجائیں۔" جب بھی از لان منال اور زینب کو باہر لے کر جاتا تھا زینب سے لڑائی کا بہانے کے طور پر وہ ہمیشہ منال کو اپنے ساتھ بیٹھا

لیتا تھا اور آہستہ آہستہ یہ عادت بن گئی۔

"ہم یہاں زینب کے ساتھ ہی ٹھیک ہیں۔" منال نے بیٹھتے ہوئے کہا۔
ازلان نے زینب کو ایک گھوری سے نوازا۔ زینب جواباً مسکرا دی۔

منال اور زینب کی باتوں کے دوران راستہ طے ہوا ازلان بس خاموشی سے
ڈرائیو کرتا رہا۔ ایک شاندار شاپنگ مال کے پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے
وہ تینوں اندر داخل ہوئے۔ گراؤنڈ فلور پر جگہ جگہ ٹیبل لگے تھے وہ یقیناً
ریفریشمنٹ ایریا تھا۔ وہ لوگ اوپر والے فلور میں آگئے وہاں وہ ایک فینسی
ڈریسز والے ایریا میں آئے۔ "یہاں سے دیکھ لو جو خریدنا ہے تم نے۔"
ازلان نے منال سے کہا۔ ازلان ایک کنارے پر کھڑا ہو گیا۔ منال اور زینب
جوڑے دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ ازلان بلاوجہ یہاں سے وہاں دیکھنے لگا
جب اسکی نظر دوسرے کنارے پر لگے ایک ہلکے ہرے رنگ کی میکسی پر
پڑی۔

"منال میرا خیال ہے تمہیں وہ ڈریس لینا چاہئے۔" ازلان نے اس جوڑے
کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ منال نے اس جانب دیکھا۔ جوڑا واقع ہی بہت
خوبصورت تھا۔ ہلکے ہرے رنگ کی میکسی جسکی بازو پر کمنیوں تک گولڈن

رنگ کے کڈھائی سے بہت خوبصورت ڈیزائن بناتھا اور گلے پر بھی ویسے ہی
نکش و نگار بنے تھے۔

جبکہ میکسی کے بارڈر پر بہت گھنا اور چوڑا ویسا ہی ڈیزائن بناتھا اور اسکے ساتھ
ویسا ہی ہلکا سادو بٹاتھا۔ منال نے پہلے جوڑے کو دیکھا تو ٹھنڈی آہ بھر کر رہ
گئی۔

"کیا مسئلہ ہے دیکھو کتنا پیارا ہے۔" از لان کو وہ جوڑا کافی پسند آیا تھا۔
"از لان بھائی ہماری منگنی ہے چودہ آگست کا فنگشن نہیں یہ منگنی میں پہننے
والا ڈریس نہیں ہے۔" از لان ہونکوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ منال نے
اسے ایسے دیکھا تو پوچھا۔
"کیا ہوا؟؟؟"

"بیڑا غرق کر کے رکھ دیا سارے موڈ کا۔ از لان بھائی اور ہماری منگنی یا
اللہ منگنی ہو ہی رہی ہے تو بھائی بولنا ضروری ہے کیا؟" از لان نے نروٹھے
پن سے کہا۔ زینب دوسری جانب متوجہ تھی اس لیے انکی باتیں نہیں سن
سکی۔

"ہم یہی بولیں گے آپ کو مسئلہ ہے تو ہوتا رہے۔" منال نے خفگی سے کہتے
ہوئے منہ پھیر لیا۔

"میں باہر جارہا ہوں جو دل کرتا لے لو اور آ جاؤ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

ازلان یہ کہہ کر باہر آ گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں اپنی اپنی پسند کا جوڑا خرید کر نکلی تھیں۔

وہ دونوں باہر آئی تو ازلان انکی جانب آیا۔

"لے لیا چلو چلتے ہیں۔" ازلان یہ کہہ کر مڑا تھا کہ زینب نے کہا۔

"بھائی ابھی تو بس ڈریس لیا ہے ابھی تو اور بہت کچھ باقی ہے۔"

"کیا لینا ہے اور؟؟" ازلان نے پوچھا۔

"ابھی تو سینڈلز لینی ہیں جیولری لینی ہے میک آپ لینا ہے اور ابھی بہت سارا سامان ہے۔"

"خدا یا آج کا دن تو یہیں لگ جائے گا۔" ازلان نے کہا۔

"ازلان بھائی اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔" منال نے مسکراتے

ہوئے کہا جس پر زینب کا قہقہہ بلند ہوا۔ ازلان کی ایک گھوری نے اسکی ہنسی

وہیں روک دی۔ "تمہارا تو پورا ارادہ ہے بھیجنے کا لیکن مجبوری ہے میں ہی

پاگل تھا جو تم دونوں کو لے آیا چلو اب جانا ہے جہاں۔" وہ لوگ ایک

جیولری کی دکان میں داخل ہوئے۔ وہاں ہر قسم کی جیولری موجود تھی۔ وہ

تینوں دکاندار کے سامنے لگی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کافی دیر جیولری

ڈھونڈنے اور پسند کرنے کے بعد منال کی نظر ایک نہایت نفیس سیٹ پر پڑی۔

"وہ والا دیکھائیں۔" منال سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ دکاندار نے وہ سیٹ سامنے رکھ دیا۔

"واؤ یہ کتنا خوبصورت ہے۔" منال نے اسے چھوتے ہوئے کہا۔ از لان خاموشی سے بس دیکھ رہا تھا۔

"میم یہ یہاں کا سب سے خوبصورت پیس ہے۔" دکاندار نے بتایا۔
"کیا قیمت ہے اسکی؟؟؟" منال نے پوچھا۔

"میم یہ ساڑھے تین لاکھ کا ہے۔" منال کو لگا اس سے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"جی؟؟؟" اس نے پھر پوچھا۔

"میم اس سیٹ کی قیمت ساڑھے تین لاکھ روپے ہے۔" دکاندار ایک بار پھر بولا۔ "ایسا بھی کیا خاص ہے اس میں جو یہ اتنا مہنگا ہے؟؟؟" منال نے سیٹ کو دیکھتے پوچھا۔

"میم اس میں۔۔۔۔" منال اس سے پہلے بولی۔

"جو بھی ہے ہم یہی خریدیں گے اور قیمت بھی کم دیں گے۔" از لان مسکرایا۔ "منال کیا تم اسے بولنے دو گی۔" از لان نے منال سے کہا۔ "از لان بھائی یہ وہی روایتی دکانداروں والے جملے بولیں گے لیکن ہمیں یہی چاہیے۔ اس میں کونسا ہیرے جواہرات لگیں ہیں جو اتنا مہنگا ہے۔"

"میم اس میں ایک عدد ہیرا بھی لگا ہے شاید آپ پہچان نہیں سکیں۔"

دکاندار نے ہجھکتے ہوئے کہا۔ منال کی زبان کو بریک لگی تھی۔ منال نے غور سے اس سیٹ کو دیکھا سیٹ کی درمیان میں ایک خوبصورت ہیرا لگا تھا۔

"ٹھیک ہے ہیرا لگا ہے پر ایک ہی تو ہے اتنا مہنگا نہیں ہو گا۔" منال باضد تھی۔ "منال تم کوئی اور دیکھ لو اور بھی خوبصورت ہیں۔" از لان نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"از لان بھائی آپ انکو بتادیں ہم یہی لیں گے اور قیمت بھی کم دیں گے۔"

از لان نے بے بسی سے دکاندار کو دیکھا۔

"سر آپ اپنی بہن کو سمجھائیں یہ ہم کم قیمت پر نہیں دے سکتے۔" از لان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک دم دکاندار کی بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں چاہیے آپ کا سیٹ اپنے پاس رکھیں ہم کہیں اور سے خرید لیں گے۔" از لان نے کافی سنجیدگی سے کہا۔ از لان یہ کہہ کر چل پڑا منال اور

زینب بھی ہڑا بڑا کر از لان کے پیچھے چلیں کئیں۔ از لان گاڑی میں آکر بیٹھ گیا منال اور زینب بھی اسکے پیچھے آئی۔ جلدی میں منال فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ از لان نے جلدی سے گاڑی سٹارٹ کی۔

"از لان بھائی یہ کیا۔۔۔۔۔" منال ابھی کچھ کہہ رہی تھی جب از لان نے اسے ٹوکا۔ "ایک تو تم بھائی بلانا بند کر سکتی ہو۔" از لان نے زرا غصے سے کہا تھا۔

"ساری دنیا نے قسم اٹھا رکھی ہے مجھے تمہارا بھائی بنانے کی۔" منال نے اسکی بات پر کڑے تیوروں سے اسے دیکھا اور بازو سینے پر باندھ کر باہر دیکھنے لگی۔ زینب کا کام شاید پوری شاپنگ کے دوران منال اور از لان کی لڑائی پر ہنسنا ہی تھا جیسے وہ اب بھی ہنسی جا رہی تھی۔

شام کے تقریباً چھ بجے وہ لوگ گھر پہنچے تھے۔ سب لوگ لان میں بیٹھے تھے وہ تینوں بھی وہیں آگئے تھے۔ منال نے کسی دوسری شاپ سی ایک آرٹیفیشل سیٹ ہی لیا تھا۔ "آج کے بعد کبھی ان دونوں کو ساتھ لے کر نہیں جاؤں گا عجیب حرکتیں کرتی ہیں۔" از لان نے کچھ دیر بعد کہا۔

"بھلا اب میری کیا غلطی پوری شاپنگ میں تو منال اور آپ ہی لڑتے رہے ہیں میں تو کچھ بولی ہی نہیں۔" زینب نے بچا رگی سے کہا۔

"تم دونوں ایک ہی کھیت کی مولی ہو عجیب و غریب فرمائشیں ہوتی ہیں انکی۔" ازلان نے زرا کھر درے انداز میں کہا۔

"اچھا بس چھوڑو ہمیں تو دکھاؤ کیا خریداری ہوئی ہے۔" زرمینہ نے منال سے کہا۔ ازلان اٹھ کر اندر چلا گیا۔ منال اور زینب اپنی چیزیں دکھانے لگیں۔

منال کے پیپر ز ہو چکے تھے تو اب وہ گھر میں ہی گھومتی رہتی تھی۔ ازلان بہر حال یونیورسٹی جاتا تھا اور گھر میں کم ہی دکھائی دیتا تھا۔ وقت گزر گیا اور منگنی کے دن بہت قریب آ گئے۔ وہ سب لوگ ہال میں بیٹھے منگنی کے معاملات طے کر رہے تھے۔

"منال تم نے اگر اپنے کسی دوست کو بلانا ہے تو بتادو ہم اسے دعوت نامہ دیں گے۔"

احمد نے منال سے پوچھا۔

"جی چچا جان میری ایک دوست ہے اسے ہم بتادیں گے پھر آپ اسے دعوت دے دیجیے گا۔" منال نے فرما برداری سے کہا۔ منال نہایت خاموشی سے بیٹھی سب معمولات دیکھ رہی تھی۔ اور یہ خاموشی صرف آج نہیں تھی پچھلے چند دنوں سے منال معمول کے مطابق باتیں نہیں کر رہی تھی۔ زیادہ وقت وہ کمرے میں اکیلے گزارتی تھی۔ زینب گھر کے کاموں میں زمینہ کا ہاتھ بٹا رہی تھی اس لیے اس کے پاس منال کے لیے زیادہ وقت نہ تھا۔ منال کھانے کے وقت سب کے ساتھ بیٹھتی خاموشی سے کھانا کھاتی اور خاموشی سے کمرے میں بند ہو جاتی اور پورا پورا دن ناؤ لڑ پڑتی رہتی۔ منال کی خاموشی سے کوئی بھی بے خبر نہیں تھا لیکن سب نے سوچا کہ شاید وہ ہچکچا رہی ہے اس لیے خاموش ہے۔

منال بغیر کچھ کہے ہال سے باہر آ گئی۔ از لان نے مڑ کر اسے دیکھا۔ "از لان بیٹے تم کتنے دوستوں کو بلانا چاہتے ہو؟؟؟" احمد نے از لان کو مخاطب کیا۔ "ابو جان میرا تو ایک ہی دوست ہے اسے ہی بلاؤں گا وہ آج کل پاکستان میں ہی ہے۔" از لان نے بتایا۔ "ٹھیک ہے بہتر۔"

"کل شام تک وقار بھی آجائے گا وہ بھی انتظامات میں ہاتھ بٹا دے گا۔" احمد نے کاغذ پر کچھ لکھتے ہوئے بتایا۔

منال اپنے کمرے میں آکر ناول میں مصروف تھی جب زینب اس کے کمرے میں آئی۔ منال "امیر بیل" اٹھائے بیٹھی تھی زینب کو دیکھ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ زینب نے وہ کتاب دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"منال یہ ناول شاید تم دسویں بار پڑھ رہی ہو۔" زینب نے مایوسی سے کہا۔ منال عجیب انداز میں ہنسی تھی۔

"دکھوں کی عادت ہو گئی ہے۔"

"بات مکمل کر کے اسکی آنکھ سے ایک آنسو جاری ہوا تھا۔

"منال خدا کے لیے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو ایسی نہیں تھی۔" زینب نے اسکا ہاتھ تھام کر کہا۔

"زینب ہمیں لگا تھا یہ آسان ہو گا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مشکل ہو رہا ہے ہم یہ نہیں کر سکیں گے۔" منال نے بے بسی سے کہا۔

"کیا نہیں کر سکو گی؟؟" زینب نے پوچھا۔

"منگنی۔۔۔" منال نے جواب دیا۔

"منال یہ ہو رہا ہے اور یہ ہو جائے گا کچھ نہیں ہوتا۔" زینب نے منال کو

تسلی دی۔ "ہاں ایسا ہی ہو گا۔" منال پر کسی پاگل پن کا گمان ہو رہا تھا۔

اگلی شام وقار بھی آگیا تھا۔ منگنی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔
منال نے بشر اکو اطلاع دے دی تھی اور اسے دعوت بھی دے دی تھی۔
بشر اس جلد بازی پر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ منال کے لیے خوش بھی
تھی۔

پورے گھر میں گہما گہمی تھی۔ منال بس خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔
زینب تحریم کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ وقار بازار میں کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ از لان
بھی کبھی کام میں مدد کر دیتا اور کبھی یہاں وہاں گھومتا۔

"از لان بیٹا جاؤ منال کو بلا لاؤ اسے پار لرجانا ہے۔" تحریم نے از لان سے کہا
جو خوا مخواہ باہر لان میں انتظامات ہوتے دیکھ رہا تھا۔

"جی امی ابھی بلاتا ہوں۔" از لان نے تابعداری سے کہا اور اوپر چلا گیا۔
از لان نے دروازہ کھٹکھٹایا تو منال نے دروازہ کھولا۔ منال کالے رنگ کی
چادر میں لپیٹی کھڑی تھی۔

"ارے تم تو تیار بھی ہو گئی امی تو کہہ رہی تھی پار لرجانا ہے تم نے۔" از لان
نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ منال نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"میں ابھی تیار نہیں ہوئی۔۔۔" منال کو از لان کی بات سمجھ آئی تو وہ دانت
پیس کر رہ گئی۔

"وہ کیا ہے ناکہ تم تو ایسے ہی پیاری لگ رہی ہو۔" از لان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ از لان اور منال میں بہت بے تکلفی رہی تھی۔

از لان اب بھی ویسا ہی بے تکلف تھا مگر منال کے لیے "اس" بے تکلفی اور "اس" بے تکلفی میں بہت فرق تھا۔

"آپ جائیں ہم آرہے ہیں پانچ منٹ میں۔" منال یہ کہہ کر دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔ وہ کچھ دیر بعد لوٹی تو از لان سامنے ہی کھڑا تھا۔

"کوئی اور کام تھا آپ کو؟؟؟" منال نے پوچھا

۔ "ہاں مجھے کچھ پوچھنا تھا۔" از لان نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی۔۔" منال نے کہا۔

"منال کیا تم خوش ہو؟؟؟" از لان نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ منال نے نظریں چرا کر ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"میں خوش ہوں از لان۔" منال نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔ از لان کے چہرے پر ایک مطمئن مسکراہٹ چھا گئی۔

"اب میں بھی خوش ہوں۔" از لان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب کیوں؟" منال نے نا سمجھی سے کہا۔

"تم نے بھائی نہیں کہا ناں۔" از لان نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ اور منال ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"آپ کی باتیں ختم ہو گئی ہوں تو آجائیں میں انتظار کر رہی ہوں۔" زینب چادر لپیٹے پار لے جانے والا سامان اٹھائے کھڑی تھی۔

"آرہے ہیں۔" منال یہ کہتے ہی بھاگ کر نیچے آئی تھی۔ از لان بھی نیچے آیا تھا۔ منال اور زینب باہر جا چکی تھی۔ از لان بھی باہر جا رہا تھا جب وقار سامنے سے آیا۔ "از لان یہ شاپر وہاں رکھو اور باہر جا کر زراڈیکوریشن کا انتظام دیکھو۔" وقار نے شاپر از لان کو تھماتے کہا۔

"بھائی میں تو منال اور زینب کے ساتھ پار لے جا رہا ہوں۔" از لان نے شاپر لیتے ہوئے جواب دیا۔

"مجنوں میاں منال اور زینب احمد کے ساتھ جا چکی ہیں آپ گھر پر توجہ دیں۔" تحریم نے مسکراتے ہوئے شاپر از لان سے لیے۔

"امی یار یہ تو زیادتی ہے ابو کیوں لے گئے۔" از لان نے بچا رگی سے کہا۔

"چل بھائی اب کام ہی کر لے۔" وقار نے ہنستے ہوئے کہا۔ از لان منہ بسورتے ہوئے وقار کے ساتھ چل پڑا۔ تحریم مسکرا کر رہ گئی۔

سب تیاریاں مکمل ہو چلیں تھیں۔ وقار منال اور زینب کو لینے جا چکا تھا۔
مہمان آنا بھی شروع ہو چکے تھے۔ منال اور زینب جس وقت آئی از لان
اپنے کمرے میں تیار ہو رہا تھا۔ منال اور زینب کمرے میں چلی گئیں اور
انہیں تاکید کی گئی کہ وہ کچھ دیر بعد باہر آئیں۔

از لان نے کریم کلر کی قمیض شلوار پہن رکھی تھی۔ پاؤں میں پشاور کی چپل
ہاتھ میں گھڑی بال نفاست سے سیٹ کیے گئے تھے۔ واللہ از لان احمد شاہ بلا
کا حسین دکھ رہا تھا۔ اس کے حسن کو ہمیشہ کی طرح اس کی سنہری آنکھوں
نے چار چاند لگائے تھے جن میں آج سب کچھ حاصل کر لینے کی چمک تھی۔
از لان وقار کے ساتھ سیٹ پر آیا۔ سیٹ کو سفید اور سرخ پھولوں سے سجایا گیا
تھا۔ از لان سیٹ پر بیٹھا تو وقار کے کہنے لگا۔

"کیا میں دو لہن کے بغیر یہاں بیٹھا عجیب نہیں لگ رہا؟؟" وقار نے اسے
گھوری سے نوازا۔

"آرہی ہے تمہاری دلہن صبر کر لو تھوڑا۔" وقار یہ کہہ کر مہمانوں کی
طرف چل دیا۔ کچھ دیر بعد منال اور زینب سامنے سے آتی دکھائی دیں۔
زینب نے ہلکے پرپل رنگ کی پاؤں تک آتی میکسی پہن رکھی تھی۔ دو بیٹا بہت
نفاست سے سر پر سیٹ کیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ آتی منال نے کریم کلر کی

پاؤں تک آتی میکیسی پہن رکھی تھی۔ سر پر زراہلکا سا جوڑا کیا بالوں کی مانگ نکال کر دو لٹیں کھلی چھوڑ دی تھی۔ اور ساتھ ہلکے گلابی رنگ کا دو بٹا پیچھے سر سے جاتا بازوؤں پر اچھے سے فیکس کیا گیا تھا۔ آنکھوں پر میک آپ نہ ہونے کے برابر تھا اور ہونٹوں پر ہلکی سے لپ اسٹیک لگائے منال نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہاتھوں میں کپڑوں کے ساتھ میچینگ کی چوڑیاں پہنے اور کانوں میں ہار سے ملتے نفیس سے جھمکے لگا رکھے تھے۔ از لان اسے دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

از لان نے منال کے کپڑے اس سے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ دکان میں بھی وہ خرید کر پیک کر وا کر نکلی تھی۔ پارلر جاتے ہوئے زینب وہ پہلے لے گئے تھے اور وہ اب دیکھ رہا تھا شاید وقار کو اندازہ تھا اس لیے وہ از لان کے لیے بھی اسے رنگ کی قمیض شلوار لایا تھا۔ اور اسے دیکھنے پر اندازہ ہوا تھا کہ یہ وہی کپڑے تھے جو از لان نے پسند کیے تھے بس انکار نگ مختلف تھا۔ زینب منال کو سٹیج تک لے آئی۔ از لان دہخود اسے دیکھ رہا تھا۔ منال کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہیں تھی وہ بس خاموشی سے سر جھکائے سٹیج پر بیٹھ گئی اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر از لان کو نہیں دیکھا تھا۔ زینب اسے بیٹھا کر سٹیج سے نیچے آگئی تھی۔ اب سٹیج پر احمد یار خان تحریم اور زرینہ آچکے تھے۔

زرمینہ نے منال کو انگھوٹی کی ڈبی دی۔ منال چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر اس میں سے انگھوٹی لے کر از لان کی جانب متوجہ ہوئی منال نے پہلی بار از لان کو دیکھا تھا پھر از لان کے ہاتھ بڑھانے پر منال نے انگھوٹی اس کے ہاتھ پر لگادی۔ از لان نے مسکراتے ہوئے تحریم سے انگھوٹی لی اور منال کا ہاتھ تھام کر اسکی انگلی پر لگادی۔ سب نے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔

سب نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ احمد نے منال کے سر پر ہاتھ پھیرا تو منال کی آنکھوں سے آنسوؤں ٹپک کر اس کے ہاتھ پر جاگرا۔ شاید زینب واقع ٹھیک کہا تھا۔ منال نے دل میں سوچا۔ منال نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔ اتنی دیر میں فوٹو گرافر نے ان سب کو متوجہ کیا تو وہ سب کیمرے کی طرف دیکھنے لگے۔ منال نے بھی سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے اسے بشر اور وازے سے بھاگتی دکھائی دی۔ منال بے ساختہ مسکرائی تھی۔ بشر نے ہلکے پیلے رنگ کی سادہ سے گھٹنوں تک آتی قمیض شلوار پہن رکھی تھی اور دوپٹا کندھوں پر پھیلا رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں سرخ گلابوں کا بوتل لیے افراتفری میں داخل ہوئی۔ مطلب بشر حبیب لیٹ ہو چکی تھی۔ فیملی فوٹو بنا کر سب سیٹیج سے نیچے آئے تو زینب منال کے قریب بیٹھ گئی۔ اتنے میں بشر ابھی آگئی تو زینب نے اٹھ کر اسکو جگہ دی۔ بشر مسکراتے ہوئے منال

کے قریب بیٹھی اسے گلے لگا کر مبارکباد دی۔ پھر پھول منال کو پکڑا دیے
اور از لان کو مبارکباد دی۔ از لان نے مسکرا کر شکریہ کہا۔ زینب نے
فوٹو گرافر سے تصویریں لینے کو کہا۔

فوٹو بنانے کے دوران بشرانے منال سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔
"کہا تھا نا جس کزن کو بھائی کہو وہی رشتہ لاتا ہے۔" بشرایہ کہہ کر مسکرائی
تھی۔ منال نے اسے سخت نظروں سے گھورتے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا
۔ از لان تک اسکی یہ سرگوشی پہنچ چکی تھی اس لیے وہ بھی مسکرایا تھا۔
"اچھا میں آنٹی سے مل کر آتی ہوں رکو۔" بشرایہ کہہ کر زینب کو لے کر سیٹج
سے اتر گئی۔ منال خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھ گئی۔

"میں نے آج تک اتنا حسین کسی کو نہیں دیکھا۔" از لان اس سے مخاطب
ہوا۔ منال چند لمحے خاموشی سے بیٹھی رہی پھر نظریں سامنے جمائے بولی۔
"اس سے پہلے کتنا حسن دیکھ چکے ہیں؟" منال کے یہ کہنے پر از لان چند لمحے
لا جواب ہو گیا۔ چند پل اسے دیکھتا رہا پھر بے بسی سے مسکرا کر بولا۔

"بچپن سے آج تک تمہیں ہی حسین پایا ہے مگر مجھ سے منسلک ہو کر تمہارا
حسن بے مثال ہے۔"

منال نے اسے دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی کہ کوئی عورت انکے قریب آکر بیٹھ گئی۔ دونوں کو مبارکباد دینے کے بعد منال سے ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگی۔ منال مکمل انکی جانب متوجہ ہو کر انہیں جواب دے رہی تھی۔ پھر انکے جانے کے بعد بشراد و بارہ اسکے پاس آکر بیٹھ گئی۔ وقار انکے قریب آیا تو از لان کھڑا ہو گیا۔ منال بشراد کی جانب متوجہ تھی اس لیے غور نہیں کیا۔

"ارے ارے میرے یار اتنی دیر کر دی دوست کی منگنی میں بھلا کوئی اتنا لیٹ آتا ہے؟؟" از لان نے بے حد خوشی سے وقار کے ساتھ آتے شخص کو گلے لگاتے کہا۔ منال بے ساختہ اس جانب متوجہ ہوئی تو وہ شخص از لان کے پیچھے چھپ گیا۔

"بس ذرا سا کام تھا تو دیر ہو گئی۔" اس شخص نے مسکرا کر کہا تو از لان سامنے سے ہٹا تو منال کی نظریں اس شخص پر اٹک کر رہ گئیں۔ وہ ساکن اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ سانس نہ لے پائی۔ ایسا ہی حال اس شخص کا تھا۔ منال چند لمحے ہل ہی نہیں سکی اسکے ارد گرد جیسے سب غائب ہو گیا تھا۔ چند پل بعد از لان کی آواز اسے ہوش میں لائی تھی۔ منال دیکھو کون آیا ہے۔ از لان نے مسکرا

کر کہا۔ منال نے از لان کو دیکھا جسکی سنہری خوبصورت آنکھیں منال پر جمی تھی۔

بلاشبہ وہ اپنی آنکھوں کی طرح حسین تھا مگر وہ شاہ میر اکبر کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ گہری کالی آنکھوں پر گھنی پلکیں اور خوبصورت بھنویں اس شخص کے حسن کو چار چاند لگا رہی تھیں۔ وہ اتنا حسین نہیں تھا مگر وہ منال حیات کو ہمیشہ حسین ہی لگتا تھا۔ پہلی نظر میں بھی اور آج چھ سال بعد بھی۔

منال کو آج بھی وہ دن یاد تھا۔۔۔

چھ سال پہلے۔۔۔

پپر کرتی ہوئی وہ نادان سی منال جو اس شخص کی آنکھوں میں ڈوب چکی تھی جس نے اسے پین اٹھا کر دیا تھا۔ منال پپر کر کے باہر آئی تو وہ جاچکا تھا۔

منال غصے سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ از لان نے اسے ہاتھ ہلا کر بلایا۔

پہلے منال نے غصے سے اسے دیکھا پھر اچانک اس شخص کی آنکھیں یاد آئی تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔ گھر آ کر کمرے میں بند ہو کر اسے رہ رہ کر وہ شخص یاد آرہا تھا۔

وہ جھنجھلاہٹ سے سوچنے لگی کے آخر وہ کیوں اس کے بارے میں سوچ رہی ہے۔

"چلو ہو گا تو اسے کالج میں دیکھ لیں گے اسے بھی ہم۔" منال یہی سوچ رہی تھی کے زینب اس کے کمرے میں آئی۔ اس سے بات چیت کر کے منال کا دھیان اس شخص کی جانب سے ہٹ گیا۔ تقریباً پندرہ دن بعد لسٹ لگی اور ایک پیپر دینے کے بعد ایک مہینے کے اندر اندر کالج جانا شروع کر چکی تھی۔ منال پہلے دن کالج میں غیر ارادی طور پر شاہ میر کو تلاش کرتی رہی مگر وہ کہیں دکھائی نہ دیا۔ انکی کاسز الگ ہونے اور منال کا پہلا دن ہونے کے وجہ سے وہ اسے تلاش نہ کر سکی۔ زینب کے ساتھ وہ کالج میں کافی دیر گھومتی پھرتی رہی مگر وہ نہ دکھائی دیا۔ چھٹی کے وقت ان دونوں نے از لان کے ساتھ آنا تھا۔ از لان نے انہیں بتایا تھا کہ وہ باہر انکا انتظار کرے گا اس لیے وہ دونوں اگھٹی باہر آ گئی۔ سامنے انہیں اپنے گاڑی دکھائی دی تو وہ گاڑی کے پاس آ کر رک گئیں۔

گاڑی لاک تھی اور از لان وہاں موجود نہیں تھا۔

"اب یہ از لان بھائی کہاں چلے گئی ہمیں تو کہا تھا پہلے آ جائیں گے۔" منال نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔

"ارکو آجائیں گے تھوڑی دیر میں۔" زینب نے اس سے کہا۔ ابھی وہ یہی کہہ رہی تھی کہ از لان گاڑی کی دوسری جانب سے آیا۔

"ارے واہ تم لوگ تو جلدی آگئی مجھے لگا باہر کار راستہ ڈھونڈنے میں کافی وقت لگے گا۔"

از لان نے انہیں چھیڑا۔

"ایسی بھی بات نہیں ہے ہمیں باہر کار راستہ خوب آتا تھا مگر آپ شاید بھول گئے تھے اس لیے دیر لگادی۔" منال نے تڑاک سے جواب دیا۔ از لان گاڑی میں بیٹھ کر لاک کھول چکا تھا۔ منال بھی از لان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ابھی اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی کہ از لان کی جانب سے ایک بندہ نمودار ہوا۔

"ارے از لان وہ بک تو دیتے جاؤ کل واپس کر دوں گا۔" اس نے کھڑکی سے نمودار ہوتے ہی بغیر اسکے آگے پیچھے دیکھے کہا۔ بلا کی پرکشش آواز تھی گہری سنجیدہ آواز۔ اس آواز کو سالوں سنا جاسکتا ہے۔ منال اسکی جانب مڑی تو وہ دنگ رہ گئی وہ وہی شخص تھا۔ گہری کالی آنکھوں والا گندمی رنگت والا۔ وہ اتنا حسین تو نہیں تھا مگر منال کے لیے بس وہی حسین تھا۔

"اف شاہ میر اپنی بکس گما کر مجھے بھی مت پڑھنے دینا۔" از لان یہ کہہ کر پیچھے مڑا زینب سے بیگ دینے کو کہہ رہا تھا۔

منال اسے ایسے ہی دیکھ رہی تھی کہ شاہ میر نے بھی اسے دیکھا منال نے گھبرا کر اپنا رخ موڑ لیا۔ از لان نے کتاب شاہ میر کو دی تو وہ شکریہ ادا کرتا چلا گیا۔ از لان نے گاڑی سٹارٹ کی تو منال اور زینب سے پوچھنے لگا۔
"کیسا گزرا کالج کا پہلا دن؟"

"بہت اچھا کالج بھی خاصا خوبصورت ہے اور ہم تو ویسے بھی آج گھومتی ہی رہی پہلا دن تھا تو زیادہ پڑھائی نہیں ہوئی۔" خلاف معمول منال خاموش رہی تو زینب نے جواب دیا۔ از لان کے لیے منال کی خاموشی غیر متوقع تھی اس لیے اس سے مخاطب ہوا۔

"تمہارا کیسا گزرا؟؟؟ لگتا ہے پہلے دن کسی ٹیچر سے ڈانٹ کھالی جو ایسا منہ بنا کر بیٹھی ہو۔" از لان نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا بھی ویسا ہی گزرا جیسا زینب کا اور آپ کی طرح نالائق تو ہیں نہیں کے پہلے دن ڈانٹ کھا لیتے۔ ہم شدید تھک گئے ہیں اس لیے زیادہ سوال جواب مت کریں اور سامنے دیکھ کر گاڑی چلائیں۔"

منال نے جھنجھلاہٹ سے کہا تو از لان زینب سے ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا۔

رات میں کھانے کے وقت احمد نے ان سے کالج کا پوچھا۔

"بچو کالج میں دن کیسا گزرا کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں چچا جان کالج بہت اچھا ہے ٹیچرز بھی اچھی ہیں کوئی مسئلہ کی بات نہیں ہے۔" منال نے جواب دیا۔

"ہاں بابا سب اچھا ہے بس میری اور منال کی کلاسز الگ الگ ہیں آپ ٹیچر سے کہہ کر اسے میری سیکشن میں ٹرانسفر کرا دیں۔" زینب نے نہایت معصومیت سے کہا تو منال کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"زینب تمہارا سبجیکٹ الگ ہے ہم ساتھ کیسے پڑھ سکتے ہیں؟" منال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں پتا ہے اتنی نالائق نہیں ہوں مگر میں بور ہوتی ہوں میں نے اس لیے ایڈمیشن لیا تھا کہ تم بھی ساتھ ہو گی۔" زینب نے مایوسی سے کہا۔

"میری پیاری بہن تم وہاں انجوائے کرنے نہیں پڑھنے جاتی ہو لحاظاً پڑھائی پر دھیان دو۔" ازلا نے زینب سے لڑنے کے لیے اسے چھیڑا۔

"ہاں ہاں پتا ہے کر لوں گی پڑھائی بھی۔" زینب نے برا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا تو سب انکی نوک جھوک پر مسکرا دیے۔

"ابو مجھے کل سے اکیڈمی جانا ہے کالج کے بعد تو آپ ڈرائور اگر رینج کر سکیں جو منال اور زینب کو گھر لے آیا کرے۔" اگلی رات کھانے کے دوران ازلان نے احمد سے کہا۔

"ڈرائور کی کیا ضرورت ہے تم انہیں چھوڑ کر چلے جانا اکیڈمی۔" احمد نے حل پیش کیا۔

"نہیں ابو میرے ساتھ شاہ میر بھی ہو گا اور پھر اکیڈمی کالج کے راستے سے ہو کر جانا پڑتا ہے واپس آ کر جانے میں دیر ہو جائے گی۔" ازلان نے کھانا کھاتے ہوئے ہی جواب دیا۔

"اوہ!!" احمد کچھ دیر سوچتے رہے۔ "بیٹا جوان بچیوں کے لیے میں کیسے کسی کو بھی ڈرائور رکھ لوں۔ تم ایسا کرو انکو بھی اکیڈمی لے جایا کرو واپسی پر تمہارے ساتھ آ جایا کریں گی مجھے بھی تسلی رہے گی۔" احمد نے کافی سوچ کر حل پیش کیا۔

"مگر ابو مجھے میرے دوست کے ساتھ جانا ہے۔" ازلان نے کہا۔

"کون سا دوست؟؟؟"

"شاہ میر کے ساتھ۔" از لان نے جواب دیا۔ شاہ میر سے آج تک گھر میں کوئی ملا تو نہیں تھا مگر از لان کسی کو دوست نہیں بناتا تھا اور شاہ میر اس کا واحد دوست تھا جس کے قصے وہ اکثر گھر میں سب کو سناتا تھا اس لیے سب اس کے نام سے واقف تھے۔ منال نے بے اختیار نظر اٹھا کر از لان کو دیکھا۔

"یہ شاہ میر اکبر خانزادہ کا بیٹا ہے وہ جنکا ہسپتال ہے یہاں کچھ فاصلے پر؟؟"

احمد نے پوچھا۔

"جی ابوا نہیں کا بیٹا ہے۔" از لان نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا ان سے تو میری کافی جان پہچان ہے اچھے لوگ ہیں مسئلے کی بات نہیں ہے تم انہیں بھی ساتھ لے جایا کرو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" احمد نے کہا۔

"جی ابو بہتر۔" از لان نے بات ختم کی تو سب خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

چند دنوں میں از لان نے انکا ایڈمیشن کروا دیا۔

وہ دونوں کالج کے باہر آئی تو از لان کو سامنے کھڑے دیکھ کر گاڑی کا پوچھنے لگی۔

"وہ ابو آئے تھے سب کو کہیں جانا تھا تو وہ گاڑی لے گئے تھے۔" از لان یہ کہہ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"تو ہم کیسے جائیں گے آج تو ہم نے اکیڈمی بھی جانا ہے۔" منال نے پوچھا۔
"شاہ میر گاڑی لا رہا ہے اسکی گاڑی میں جائیں گے۔" از لان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بھائی ایسے کیسے کسی کی بھی گاڑی میں چلیں گے میں نہیں جاتی۔" زینب نے منہ بسور کر کہا۔

"ہاں تو تمہیں یہیں چھوڑ جاتا ہوں باہر سڑک پر بیٹھ کر انتظار کر لینا۔" از لان نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں زینب یہیں بیٹھ جاؤ تھوڑے پیسے کما لینا۔" منال نے ہنستے ہوئے کہا۔
زینب نے کچھ کہنا چاہا کہ سامنے شاہ میر کی گاڑی کو کھڑے ہوتے دیکھا۔
زینب منہ بسور تے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ منال بھی اسی کے ساتھ پیچھے بیٹھ گئی۔ شاہ میر نے ایک نگاہ بیک ویو مرر میں منہ بسور تے ہوئے زینب پر ڈالی اور دوسری نگاہ بالکل تسلی سے بیٹھی منال پر۔ منال نے غیر ارادی طور پر شیشے میں دیکھا تھا اور وہ کنگ رہ گئی تھی۔ واللہ وہ ان آنکھوں میں خود کو ڈوبتا محسوس کرتی تھی۔ از لان جب تک شاہ میر کے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔ شاہ میر

نے ایسے ہی شیشے میں اسے دیکھتے ایک مسکراہٹ منال کی جانب اچھالی تھی۔ منال ہڑبڑا کر باہر دیکھنے لگی۔

"شکریاں تم گاڑی لے آئے ورنہ آج چھٹی کرنی پڑتی۔" ازلان نے شاہ میر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے جب مجھے ضرورت پڑی تب تمہاری گاڑی استعمال کر لیں گے۔" شاہ میر نے مسکرا کر کہا۔

ویسے نہ بھی آتے تو اچھا ہی تھا چھٹی کر لیتے مزے سے گھر جا کر سو جاتے۔" زینب نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا۔

"ازلان تمہاری بہن نے تو کچھ نالائقیوں والی بات نہیں کہہ دی۔" شاہ میر نے ہنستے ہوئے کہا۔ منال نے اپنی ہنسی چھپانے کے لیے کھڑکی کی جانب رخ کر لیا۔ جبکہ زینب منہ کھولے کھلے عام اپنی بے عزتی ہونے پر شاک میں تھی۔

"ارے یار یہ دونوں ہی بس نالائق ہیں دعا کرو کالج میں پاس ہو کر عزت رکھ لیں۔" ازلان نے انہیں چڑاتے ہوئے کہا۔

"خبردار ازلان بھائی ہمیں نالائق کہا۔ ہم آپ سے زیادہ ہی لائق ہیں۔" منال نے اپنی بے عزتی پر ایک دم بولی تھی۔

"تمہاری ایک بہن نالائق اور دوسری لڑاکا ہے۔" شاہ میر نے از لان کے قریب ہوتے رازدانہ انداز میں کہا۔ اب زینب اپنی ہنسی چھپانے کے لیے کھڑکی کی جانب مڑی تھی اور منال منہ کھولے شاہ میر کو دیکھ رہی تھی جو کھلے عام سب کی بے عزتی کیے جا رہا تھا۔ مجال ہے جو وہ شخص کسی کے بارے میں رائے قائم کرتے زرا سا ہچکچاتا ہو۔

از لان اپنی ہنسی روکنے میں ناکام ہوا تو کھانسی کر کے اپنی ہنسی کو ٹالنا چاہا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر نے غیر ارادی طور پر بالکل صحیح اندازہ لگایا تھا اور کوئی بعید نہیں تھی کہ منال شاہ میر سے ابھی لڑنا شروع کرتی اور اپنے لقب کو صحیح ثابت کرتی۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے یہ دونوں ہی بہت اچھی ہیں۔ مگر یہ میری کزن ہے بہن نہیں۔" از لان نے بات کو بد لانا چاہا تھا۔

"اوہ!! اچھا۔" شاہ میر نے حیرت سے کہا۔ منال اور زینب دونوں ہی منہ پھلایے بیٹھی رہیں۔

اگلے دن از لان اپنی گاڑی لے آیا جس کی وجہ سے وہ شاہ میر کی گاڑی میں نہ جاسکے۔ کچھ دنوں بعد از لان کو اپنی گاڑی مل گئی اور پھر وہ اپنی ہی گاڑی میں

منال اور زینب کو لے جایا کرتا تھا۔ کالج اور اکیڈمی میں از لان کے ساتھ اکثر شاہ میر نظر آتا تو وہ دونوں اس سے بھی سلام دعا کر لیا کرتی اور اکثر شاہ میر انکو تنگ کرنے کے لیے کوئی بات کہتا تو وہ دونوں اس سے لڑنے لگتی۔ منال اور زینب کی بھی شاہ میر کے ساتھ کافی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ وہ از لان کی طرح ہی ان سے بات کرتا تھا۔

خاصی گہری دوستی ہونے کے باوجود شاہ میر کبھی ان کے گھر نہیں آیا تھا۔

دن ایسے ہی گزرتے رہے۔ ایک دن منال کلاس میں بیٹھی تھی کہ ٹیچر نے ان سب کو متوجہ کیا۔

"بچو ایک ہفتے بعد سیکنڈ ایئر کو فارغ کیا جا رہا ہے تو آپ کو انہیں اچھی سی فیرویل دینی ہے تیاری کر لیجیے گا سب مل کر۔" سب ٹیچر سے فیرویل کے متعلق پوچھ رہی تھیں جبکہ وہ اسی سوچ پر اٹک گئی تھی کہ شاہ میر جا رہا تھا۔ اسے چند دن پہلے اکیڈمی سے باہر آتے ہوئے از لان اور شاہ میر کی گفتگو یاد آئی۔

"شاہ میر تم اگے کیا کرنے کا سوچ رہے ہو کوئی یونیورسٹی ہے تمہاری نظر میں جہاں ایڈمیشن لینا ہے؟؟"

"یار ابو چاہتے ہیں میں باہر کسی ملک سے میڈیکل کی ڈگری کمپیٹ کروں پھر انکے ہاسپٹل میں ہی جاب کروں۔" شاہ میر نے اسے اپنے متعلق آگاہ کیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر باہر جانا ضروری ہے کیا؟؟ یہاں ہی کسی اچھی سی میڈیکل یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لو ناں۔" از لان نے مشورہ دیا۔
"یہاں بھی لے سکتا ہوں مگر باہر کی ڈگری کی اہمیت زیادہ ہوگی۔ اور ابو کا کہنا ہے کہ میں اس طرح انکا ہاسپٹل زیادہ اچھے سے چلا سکوں گا۔" شاہ میر نے جواب دیا۔

"اوہ چلو یہ بھی اچھی بات ہے۔" وہ دونوں گاڑی میں پہنچنے تک یہی گفتگو کرتے رہے اور اب منال کو خیال آ رہا تھا کہ شاید اس کے بعد وہ شاہ میر سے نہ مل سکے۔

جیسے جیسے دن گزرتے گئے منال کی سوچ میں اضافہ ہوتا۔ کبھی وہ اپنے جزبات کو جھٹلا دیتی۔ کبھی سوچتی یہ سب وقتی ہے۔ لیکن ہر سوچ کہ باوجود وہ شاہ میر کو سوچنے سے خود کو نہ روک سکتی۔ ایک ہفتہ بھی گزر گیا اور فیرویل کا دن بھی آگیا۔ منال نے سفید رنگ کی قمیض شلوار پر مختلف رنگوں

کی کھڈائی والی پٹھانی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ خوبصورت ریشمی بالوں میں
سامنے سے مانگ نکال کر چند لٹوں کے علاوہ سب ڈھیلے سے جوڑے میں قید
تھے۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی میکاپ کرنے میں مصروف تھی کہ زینب
ایک دم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"منال مجھے اس کے ساتھ کا دوپٹہ نہیں مل رہا۔" زینب محرون رنگ کا پاؤں
تک آتا سادہ سا فراک پہنے سامنے سے دو لٹیں نکالے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا
بنائے منہ کے زاویے بنائے کہہ رہی تھی۔

"زینبی یار کوئی بھی اس کے ساتھ کا اوڑھ لواتے سارے تو ہیں تمہارے
پاس۔" منال نے بیزاریت سے کہا۔

"اف ہو مسئلہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ کا دوپٹہ اوڑھ کر میں دلہن لگ رہی
ہوں تم کوئی اور رنگ کا دوپٹہ بتاؤ جو اس کے ساتھ اچھا لگے۔" زینب منہ
پھلائے بیڈ پر بیٹھ کر کہنے لگی۔ منال نے میک اپ چھڑا اور بالوں کو ڈھلے
سے جوڑے میں باندھتے ہوئے زینب کی طرف متوجہ ہوئی جو بالکل ہلکے
سے میک اپ میں بلا کی حسین لگ رہی تھی۔

"میری الماری میں دیکھو ایک سوفٹ پنک کلر کا ہو گا وہ شاید اس کے ساتھ
اچھا لگے۔ منال یہ کہہ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ویسے منال تم تو کافی اچھی لگ رہی ہو ڈریس بھی سمپل سا ہے مجھے عجیب لگ رہا ہے دیکھو کیا میں واقعہ دلہن تو نہیں لگ رہی؟؟؟" زینب الماری سے دوپٹہ ڈھونڈتے ہوئے کہہ رہی تھی جواب نہ پا کر زینب نے الماری سے منہ باہر نکال کر منال کو دیکھا جو صوفے پر گردن پیچھے پھینکے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔

"منال منال کیا ہوا ہے تمہیں تم ٹھیک ہو؟؟؟" زینب پریشانی سے منال کی جانب آتے ہوئے بولی۔

"زینب ہماری۔۔۔ طبیعت۔۔۔ خراب۔۔۔ اب ہو۔۔۔ رہی۔۔۔ ہے۔۔۔ ہم۔۔۔ یں۔۔۔ ہمیں۔۔۔ درد۔۔۔ ہو۔۔۔ رہا۔۔۔ ہے۔۔۔"

منال پیٹ کے بل جھکتے ہوئے بولی۔

"یا اللہ خیر منال کا ہوا ہے اٹھو۔" زینب پریشانی سے منال کو سیدھا کرتے ہوئے بولی۔ منال پیٹ پر ہاتھ رکھے صوفے پر ہی لیٹ گئی۔

"رکور کو میں ابو کو بلا کر لاتی ہوں۔" زینب یہ کہہ کر باہر بھاگی۔ ابو امی کہاں ہیں آپ دیکھیں منال کو کیا ہو گیا ہے اسکی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ زینب نے سیڑھیاں اترتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تو سب لوگ ناشتا چھوڑ کر اوپر کی طرف چلے گئے۔

"منال بچے کیا ہوا ہے اٹھو۔" زرمینہ پریشانی سے منال کو پکار رہی تھیں۔
جب انہیں احساس ہوا کہ منال ہوش میں نہیں ہے۔

"منال بے ہوش ہو گئی ہے گاڑی نکالیں اسے ہاسپٹل لے چلتے ہیں۔"
زرمینہ نے احمد سے کہا تو از لان بولا۔

"میں نکالتا ہوں گاڑی آپ لوگ منال کو لے آئیں نیچے۔" از لان یہ کہہ کر
نیچے کی جانب چلا گیا۔ زینب نے منال کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو وہ
کچھ ہوش میں آئی اور ہوش میں آتے ہی اپنا پیٹ پکڑ کر رونے لگی۔
"ماما درد ہو رہا ہے بہت۔"

"بس بچے اٹھو ہمت کرو۔" تحریم نے منال کو دو بٹہ دیتے ہوئے کہا۔ تحریم
اور زرمینہ منال کو مشکلوں سے سمجھال کر نیچے لائی۔ از لان اور احمد پہلے ہی
گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔

"از لان بیٹا تم زینب کو کالج لے جاؤ میں جاتا ہوں منال کے ساتھ۔" احمد
نے از لان نے چابی لیتے ہوئے کہا۔

"پر ابو میں بھی ہاسپٹل چلوں گا آپ کے ساتھ۔" از لان نے کہا۔

"بیٹا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے پینک مت ہوا کرو ایسی سیچویشن میں آج تمہارا
خاص دن ہے کالج جاؤ زینب کو لے کر اور تحریم تم گھر میں رکو میں جاتا

ہوں۔" احمد نے ساتھ ہی تحریم سے کہا جو ہاں میں سر ہلا گئی۔ از لان خاموشی سے ایک طرف ہو گیا۔

"زیادہ مسئلہ نہیں ہے بس پیٹ میں انفیکشن ہو گیا تھا اسی وجہ سے اتنا درد ہو رہا ہو گا۔ یہ یا تو زیادہ فاسٹ فوٹ استعمال کرنے سے ہوا ہے اور ساتھ شاید پانی کا بھی مسئلہ ہے کچھ دین انہیں اچھی غذا دیں اور فلٹرواٹر استعمال کروائیں۔ ابھی میں نے انجیکشن دے دیا ہے درد کا آرام آ جائے گا۔" ڈاکٹر نے منال کو چیک کرنے کے بعد پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "یہ کچھ دوائیاں ہیں بس چند دن استعمال کرنی ہیں انشاء اللہ بہتر ہو جائیں گی۔" ڈاکٹر نے پرچی احمد کو دیتے ہوئے کہا۔

"جی شکر یا ڈاکٹر اس وقت کوئی ہسپتال نہیں کھلا تھا آپ نے ہمارے لیے اتنی زحمت کی۔" احمد نے پرچی لیتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں یہ تو ہمارا فرض تھا۔" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا تو احمد بھی مسکرا دیے۔

"تم دونوں بیٹھو گاڑی میں میں یہ دوائیں لے کر آتا ہوں۔" احمد نے زرینہ اور منال سے کہا۔ گاڑی میں بیٹھ کر منال نڈھال سے زرینہ کے کندھے پر

سرٹکا کر آنکھیں موند گئی۔

"میری بچی اب ٹھیک ہو جائے گی۔" زرمینہ نے پیار سے اس کے بالوں میں بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ماما۔۔۔" منال نے روندھی ہوئی سی آواز میں کہا تو زرمینہ پریشان ہو گئی۔

"کیا ہوا بیٹا بھی بھی درد ہے؟؟؟" زرمینہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"ماما آج ہمارا فنکشن تھا دیکھیں ہم نے کتنا پیارا ڈریس لیا تھا سب برباد ہو گیا۔" منال نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

زرمینہ منال کی بات سن کر ہلکا سا مسکرائیں۔ "کوئی بات نہیں تم اگلی دفعہ انجوائے کر لینا ٹھیک؟؟؟" منال زرمینہ کی بات سن کر خفیف سا مسکرائی اور اثبات میں سر ہلایا۔ وہ لوگ جلد ہی گھر پہنچ گئے تھے۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے کیا کہا منال کو؟؟؟" تحریم نے انہیں اتنا دیکھ یک دم سوال کیا۔

"کچھ نہیں بس معمولی سا انفیکشن ہے ٹھیک ہو جائے گی بلکہ ٹھیک ہی سمجھو۔" زرمینہ نے جواب دیا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ ورنہ منال نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔" تحریم منال کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"ابھی ہم ٹھیک ہیں آپ پریشان مت ہوں۔" منال نے مسکرا کر کہا۔
"تم جا کر آرام کر لو میں کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں تمہارے لیے۔"
تحریم نے کہا۔

"نہیں چچی جان ابھی رہنے دیں بعد میں کھالوں گی۔" منال کہہ کر کمرے میں چلی گئی۔ کمرے میں آ کر منال نے دو بیٹا اتار کر ایک جانب رکھا اور واش روم میں بیسن پر جھک کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ لمبے گھنے بال جوڑے کی صورت میں قید تھے۔ چند لٹیں چہرے پر پڑیں تھیں۔ وہ سادگی میں بھی قیامت لگ رہی تھی۔ منال چند پل آئینے میں خود کو دیکھتی رہی پھر باہر آ کر آرام کرنے کی غرض سے لیٹے تو نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

"ایویں اس کے لیے پورا دن پریشان رہی میں یہ تو ویسی ہی ہے بد تمیز۔"
زینب نے منال کی بازو پر ہلکا سا مارتے ہوئے کہا تو منال ہنس پڑی۔

"ہمیں اس وقت شدید قسم کی بھوک لگی ہے اس سے پہلے کہ تمہیں کھا جائیں چلو کھانا کھالیں۔" منال نے کہا تو وہ دونوں کھانے کی ٹیبل کی جانب بڑھ گئیں۔ منال نے جلدی جلدی کھانا پلیٹ میں نکالا۔ ابھی اس نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ از لان منال کے سامنے والی کرسی پر بیٹھا۔

"کیسی ہو منال؟؟" از لان نے پوچھا۔

"بھوکی ہوں۔" منال نے جھٹ سے جواب دیا تو سب ہنس پڑے۔

"تم سے کچھ پوچھنا ہی فضول ہے۔" از لان نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا تو منال ہنس پڑی۔

"ٹھیک ہیں بس شدید قسم کا ہنگر اٹیک ہوا ہے۔" منال نے کہا تو زینب فوراً بولی۔

"اور کسی نے کوئی بات کی تو کوئی شک نہیں یہ ہمیں بھی کھا جائے گی۔"

"ایسی بات نہیں ہے بلکہ ابھی کے ابھی تم سٹارٹ ہو جاؤ اور پورے دن کی روداد سناؤ ہم سے صبر نہیں ہو رہا۔" منال نے کھانا کھاتے ہوئے ہی کہا۔

"خاموشی سے کھانا کھاؤ بعد میں کرتی رہنا باتیں۔" تحریم نے ٹوک کر کہا تو سب خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے بعد منال زینب کے کمرے میں چلی گئی تو وہ دونوں بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"چلو جلدی سے بتاؤ کیا کیا ہوا کس کس نے کیا کیا کس نے کیا پہنا تھا اف ف کاش آج ہم چلے جاتے کتنا مزہ آتا۔"

"نہ تم یہ سفید کفن پہنتی اور نہ ہی موت کے فریشتوں کو غلط فہمی ہوتی اور نہ تم بے حوش ہوتی۔" از لان جو کسی کام سے زینب کے کمرے میں آیا تھا منال کی بات سن کر جواب دیا۔ منال چند پل منہ کھولے اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی پھر جھٹ سے سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔
"کیا مطلب آپ کا سفید کفن اتنا خوبصورت ڈریس تھا ہمارا اور آپ نے اسے۔۔۔ اللہ اللہ ہمارے ڈریس کی ماں بہن ایک کر دی۔" منال پیچھے کہی جا رہی تھی۔ جبکہ از لان کمرے سے اپنی مطلوبہ چیز لیے باہر جا رہا تھا گویا منال کی بات سنی ہی نہ ہو۔ زینب جو کب سی ہنسی جا رہی تھی بولی۔

"اچھا چھوڑو بھائی کا پتا ہے نامزاق کرتے ہیں تم سنو۔۔۔۔۔" پھر زینب نے منال کو کالج کی ڈیکوریشن، ہر بندے کا حلیا، کس نے کیا پر فام کیا، کس نے کیا کہا، کس نے کیا کھا یا سب سنایا۔ منال بس ٹھنڈی آہیں بھرتی رہ گئی گے اسے بھی آج ہی بیمار ہونا تھا۔ نہ وہ بیمار ہوتی نہ آج کالج سے چھٹی کرتی۔

زینب نے اسے ہر ایک کی داستان سنائی مگر شاہ میر کا ذکر نہیں کیا تو منال پوچھے بنانہ رہ سکی۔

"اور شاہ میر اس کا سناؤ اس نے کچھ نہیں کیا؟؟؟"

"ارے انکی تو مت پوچھو لگ تو بڑے ہینڈ سم رہے تھے مگر ایسے مجنوں جیسی حالت میں بیٹھے تھے نہ کچھ بولے نہ کچھ پر فام کیا۔ انکو ہم نے ڈیر دیا کرنے کو کہ انہیں گانا گانا ہے تو صاف مکر گئے کہتے نہیں کچھ اور کرالو پھر زبردستی کی تو دو لفظ بول کر ایسے بھاگے جیسے انہیں کسی نے مار کر کہا ہو گانے کو۔" زینب شاہ میر کے رویے سے خاصی مایوس دکھائی دے رہی تھی۔

"وہ ایسا تو نہیں ہے تم نے پوچھا نہیں کے کیا وجہ تھی؟؟؟" منال نے تشویش سے پوچھا۔

"بھائی نے پوچھا تھا کہہ رہے تھے کوئی ہاسپٹل کا اشو ہے اس وجہ سے پریشان ہیں تو پھر میں نے بھی نہیں پوچھا۔ اچھا چھوڑو وہ جو آسیہ تھی اسکی سنو ایسی بھیانک لگ رہی تھی مت پوچھو۔" ان دونوں کی باتیں پھر سے شروع ہو چکی تھیں اور کمرے میں انکی ہنسی کی آوازیں گونج رہیں تھیں۔

منال کی سوچ اگلے کچھ دن نہ چاہتے ہوئے بھی شاہ میر کی جانب چلی جاتی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ منال کی سوچ شاہ میر سے ہٹ چکی تھی۔ منال فرسٹ ایئر میں اچھے مارکس سے پاس ہوئی تھی اور اب سیکنڈ ایئر میں تھی۔ شاہ میر کی کالج میں فرسٹ پوزیشن آئی تھی حالانکہ شاہ میر اس کے بعد دکھائی نہ دیا تھا مگر کالج میں پوزیشن لینے کی وجہ سے ہر ایک کو یہ بات معلوم تھی۔ از لان بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوا تھا۔

"کل شاہ میر دبئی جا رہا ہے۔" کھانے کی ٹیبل پر سب کی موجودگی میں از لان نے کہا تو سب اسکی جانب متوجہ ہو گئے۔ "کس سلسلے میں؟" احمد نے پوچھا۔ منال چھوٹے چھوٹے نوالے لیتی بات سن رہی تھی۔

"اس نے وہاں کسی میڈیکل کالج میں ایڈمیشن لیا ہے۔" از لان نے بتایا۔ "ماشاء اللہ اچھی بات ہے۔ تم نے آگے کیا سوچا ہے؟؟" احمد نے پوچھا تو از لان اسے اپنے متعلق بتانے لگا۔ منال خاموشی سے کھانا کھاتے ہوئے شاہ میر کے بارے میں سوچنے لگی۔

کھانے کے بعد منال اور زینب کمرے میں بیٹھی پڑھائی کر رہی تھیں کہ
ازلان دروازے سے نمودار ہوا۔

"لیڈیز میں ایک دھماکے دار خبر سناؤں؟؟؟" ازلان نے خوشی سے کہا۔
"نہیں بھائی گھر جل گیا تو امی ڈانٹیں گی باہر چل کر بتادیں۔" زینب نے
جواب دیا تو جہاں منال ہنس پڑی وہیں ازلان کی ساری خوشی جھاگ کی
طرح بیٹھی تھی۔

"تم دونوں نے قسم کھا رکھی ہے کبھی سیدھی بات مت کرنا۔" ازلان
کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اسے چھوڑیں ازلان بھائی آپ ہمیں بتائیں کیا خبر ہے؟؟؟"

منال نے پوچھا تو ازلان دوبارہ خوش ہوتا صوفے پر بیٹھا۔

"شاہ میر کو ایک لڑکی پسند آگئی ہے اس نے اپنے ابو کو بتا دیا ہے کہ جب وہ
باہر سے پڑھ کر آئے گا تو شادی اسی سے کرے گا۔" ازلان نے خوشی سے
بتایا تو منال اور زینب کے تاثرات دیکھ کر اسکی خوشی غائب ہوئی۔ منال کے
چہرے پر سایا سا لہرایا تھا اور زینب منہ کے زاویے بگاڑے ایسے دیکھ رہی تھی
جیسے کہہ رہی ہو تو میں کیا کروں؟؟؟

"اتنی مزے کی بات بتائی ہے اور تم دونوں ایسے بیٹھی ہو جیسے کوئی انہونی ہو گئی ہو۔" از لان نے کہا تو منال سٹیٹا گئی۔

"واہ واہ کیا خبر سنائی ہے میں ابھی مٹھائی منگواتی ہوں پورے محلے میں بانٹیں گے ٹھیک بھائی؟؟؟" زینب یہ کہہ کر اپنی کتاب پر جھک گئی۔

"اسے لڑکی پسند آگئی تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔" منال نے خود کو سمجھاتے ہوئے کہا تو از لان کے تاثرات بگڑے۔

"تم دونوں کو کچھ بتانا ہی فضول ہے۔" از لان یہ کہہ کر باہر چل پڑا۔

"بھائی بھی عجیب ہیں شاہ میر کو لڑکی پسند آئے وہ شادی کرے ہماری بلا سے ہمیں کیا؟؟؟" زینب یہ کہہ کر منال کی جانب مڑی جو کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔ "اووو ہیلو تم کہاں کھو گئی۔"

"ہاں کچھ نہیں تم ٹھیک کہہ رہی ہو چھوڑو اسے اچھا چلو ہم نے پڑھ لیا باقی گیا پانی میں مجھے نیند آرہی ہے۔"

منال یہ کہہ کر اپنی کتابیں اٹھا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی جبکہ زینب بھی کتابیں سمیٹنے لگی۔ اپنے کمرے میں آ کر منال بے سدھ سی بیڈ پر لیٹ گئی۔ اسے شاہ میر کے بارے میں نہیں سوچنا تھا پھر وہ کیوں سوچ رہی

تھی؟؟؟ اسے اس بات سے فرق نہیں پڑھنا چاہیے تھا لیکن وہ نہ چاہتے ہوئے

بھی اسی کو سوچ رہی تھی۔ شاہ میر کو لڑکی پسند آگئی ہے۔۔۔ یہ بات اس کے ذہن سے نکل نہیں رہی تھی۔ منال نے بمشکل خود پر قابو پایا۔
"ہمیں اس سے کیا۔ پہلے بھی تو بھول گئے تھے اسے اب بھی بھول جائیں گے یہ سب وقتی ہے۔" منال یہ سوچ کر کتابیں سمیٹ کر سونے کی تیاری کرنے لگی۔

اگلے چند دن بھی ایسے ہی شاہ میر منال کے ذہن پر سوار رہا تھا۔ محبوب کو ہزار بھلانے پر بھی اس کا ایک ذکر انسان کے اندر ہلچل مچا دیتا ہے۔ مگر منال یہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ اپنی سوچوں کو جھٹلاتی رہی اور کچھ دنوں میں وہ ایک بار پھر شاہ میر نامی سوچ سے ہٹ چکی تھی۔ منال نے ایف ایس سی کے پیپر دیے تو میڈیکل کی تیاری کرنے لگی۔ پیپرز کے بعد بھی وہ سارا دن تیاری کرتی تھی کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ میڈیکل میں ایڈمیشن کتنی مشکل سے ملتا ہے۔

منال کا رزلٹ آیا تو وہ بہت اچھے نمبرز سے پاس ہوئی تھی۔ زینب بھی پاس ہو گئی تھی۔ منال نے ایک یونیورسٹی میں انٹری ٹیسٹ دیا۔ اب اسے انتظار تھا کہ کب اس کا ایڈمیشن کنفرم ہو اور وہ میڈیکل کی پڑھائی کر سکے۔

منال جس دن ٹیسٹ دے کر آئی وہ بہت تھکی ہوئی تھی سب کو اپنے ٹیسٹ کا بتا کر وہ کمرے میں آ کر بیٹھی ہی تھی کہ دروازے سے زینب نمودار ہوئی۔

"منال۔۔۔" زینب نے اتنی مٹھاس سے کہا تو منال کو کسی گڑ بڑ کا شک ہوا۔ زینب مسکراتے ہوئے منال کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ منال نے پاؤں کو جوتے کی سٹریپ سے آزاد کرتے ہوئے اسکی انوکھی سے چمک کو دیکھا۔

"کیا بات منوانی ہے اب؟؟؟" منال نے سنجیدگی سے کہا تو زینب مسکرا دی۔

"منال تمہیں پتا ہے کل ابولا ہو رہا ہے ہیں؟؟؟" زینب نے میسنی مسکراہٹ ہو نٹوں پر سجاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ہمیں نہیں معلوم اور نہ ہم جا رہے ہیں۔" منال یہ کہہ کر جوتے ایک طرف کر کے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر دوپٹا اور بال کھولنے میں مصروف ہو گئی۔

"منال پلیز بس اس باریار میں بور ہو گئی ہوں اور ابو تمہارے کہنے پر مان بھی جائیں گے پلیز منال۔" زینب نے التجا کی تھی۔

"زینب ہم شدید تھک چکے ہیں اور لاہور میں کیا ہے جو ایسے تڑپ رہی ہو جانے کو؟؟؟"

"لاہور میں کچھ نہیں ہے بس میں یہاں بورہور ہی ہوں۔" زینب نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"ویسے چچا جان جاکوں رہے ہیں لاہور؟؟؟" منال نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"انکا کوئی کام ہے وہ چھوڑو تم بتاؤ تم کہو گی نا ابو سے؟؟؟" زینب نے اشتیاق سے پوچھا۔ منال نے ٹھنڈی آو بھری تھی۔

"اچھا ہم بات کریں گے لیکن اگر وہ نہیں مانے تو ہم کچھ نہیں کہیں گے۔" منال نے واشر روم میں جاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو منال تم بہت بہت بہت اچھی ہو۔" زینب نے چمکتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ منال زینب کی حالت پر مسکرا دی۔

رات کھانے کی ٹیبل پر سب موجود تھے۔ زینب منال کے ساتھ بیٹھی بار بار اسے چھیڑتی اور اشارے کرتی۔ جبکہ منال اسے آنکھیں نکال کر دیکھتی اور

کھانے میں مصروف ہو جاتی۔ از لان کچھ دیر دونوں کو نوٹ کرتا رہا پھر ایک دم بول پڑا۔

"کیا پریشانی ہے تم دونوں کو؟؟؟" از لان کی آواز پر سب کی نظریں منال اور زینب کی جانب اٹھی۔

"وہ منال کہہ رہی ہے کہ اسے بھی کل ابو کے ساتھ لاہور جانا ہے گھومنے۔" زینب کی زبان کو کہاں بریک لگنے والی تھی خود ہی بول پڑی۔ زینب کی اس بات سے تو منال کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھی۔

"منال کہہ رہی ہے؟؟؟" از لان نے زینب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "ہاں نابھائی یہ کہہ رہی تھی کہ پیپرز کے بعد بھی ٹائم نہیں تھا تو اب کچھ دن ہیں تو یہ بھی گھوم لے۔"

زینب نے کہنے کے بعد منال کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو 'تم بھی تو بولو۔ منال نے سانس خارج کیا۔

"جی چچا جان ہم سوچ رہے تھے کہ اگر ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے تو۔۔۔" منال نے زینب کی بات کی تائید کی تھی۔

"مگر بیٹا میں وہاں گھومنے تھوڑی نا جا رہا ہوں میں اپنے دوست کے گھر جا رہا ہوں وہاں کچھ کام کے سلسلے میں اسکی مدد چاہیے تھی تو۔" احمد نے سمجھاتے

ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں چچا جان۔۔۔" منال کی بات ابھی بچچ میں تھی کہ زینب بول پڑی۔

"کوئی بات نہیں ابو ہم بھی آپ کے ساتھ ہی ہوں گی۔" زینب نے کہا تو احمد یار مسکرا نے لگے۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ بچیوں کو بھی ساتھ لے جاتا ہوں مجھے احساس ہے کہ کالج کے دوران تم دونوں کہیں بھی نہیں گئیں مگر میں نے سوچا شاید تم دونوں نہیں جانا چاہو گی۔" احمد نے کہا تو منال اور زینب منہ کھولے انہیں دیکھنے لگیں۔

"ازلان بیٹا تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔" احمد نے ازلان سے کہا۔
"نہیں ابو کل میرا آخری پیپر ہے میں کیسے جاسکتا ہوں۔" ازلان نے کہا۔
"اوو چلو کوئی بات نہیں۔"

"کتنے دن لاہور رہنے کا ارادہ ہے؟؟" زینب نے پوچھا۔
"تین یا چار دن اگر مزید دن رکنے کا ارادہ ہو تو بتا دوں گا۔" احمد نے جواب دیا۔

"مگر آپ تو کام سے جارہے ہیں بھائی صاحب بچیاں وہاں اکیلی کیا کریں گی؟؟؟" زرینہ نے پوچھا۔

"بھابھی آپ فکر مت کریں میرے دوست کی بیٹی بھی انکے ساتھ ہوگی یہ اس کے ساتھ گھوم پھر لیں گی۔" احمد نے کہا تو سب مطمئن ہو کر کھانا کھانے لگے۔ کھانے کے بعد منال اور زینب پیکنگ میں مصروف ہو گئیں۔ حالانکہ ان نے لاہور زیادہ دن نہیں رکنا تھا مگر زینب کے باقول وہ اپنے تمام خوبصورت کپڑے پہن کر گھومنے والی تھی۔ زینب پیکنگ کر کے منال کے کمرے میں آگئی۔ منال ابھی ابھی پیکنگ کر کے لیٹی تھی۔ زینب کو دیکھا تو بولی۔

"آج رات جاگتے گزرنے والی ہے زینب بی بی کی پلیننگ سنتے ہوئے۔" زینب اپنی بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے منال کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"نہیں نہیں کوئی پلیننگ نہیں بس ویسے ہی آگئی۔" زینب نے کہا تو منال سکھ کا سانس لیتی لیٹ گئی۔ زینب بھی لیٹ گئی۔ وہ دونوں چھت کو گھور رہیں تھی۔

"منال میں نے سنا ہے لاہور میں بہت خوبصورت جگہیں ہیں۔" زینب نے منال کی جانب مڑتے ہوئے کہا تو منال مسکرا دی اسے امید تھی کہ زینب

ضرور یہی بات کرے گی۔

"ہمارا پورا پاکستان ہی خوبصورت جگہوں سے بھرا پڑا ہے پھر لاہور تو لاہور ہے ناں۔" منال نے کہا وہ دونوں مسکرا دیں۔ اس سے پہلے کہ زینب کچھ کہتی منال بول پڑی۔

"اب خاموش ہو کر سو جاؤ پہلے ہی ہم بہت تھک چکے ہیں۔"

منال نے کہا تو زینب خاموش ہو گئی۔ وہ جانتی تھی منال واقع آج کافی تھکی ہوئی ہوگی اس لیے خاموشی سے سو گئی۔

صبح ناشتے کے بعد منال اور زینب تیار ہونے لگیں۔ انہیں دس بجے نکلنا تھا۔ لیکن منال کے خیال میں ان نے ذاتی گاڑی پر جانا تھا تو انکی مرضی وہ جب تیار ہوں گی تب ہی جائیں گیں۔ وہ دونوں تیار ہو کر اپنا اپنا بیگ لے کر باہر آئیں۔ از لان کا پیپر تھا تو وہ جاچکا تھا ورنہ انکا سامان دیکھ کر تنز ضرور کرتا۔ احمد کی موجودگی کی وجہ سے وہ دونوں بلا کی معصوم بنی بیٹھی تھی ورنہ انکا یہ یادگار سفر ہلے گلے کے ساتھ ہوتا۔

"آپ کے دوست کہاں رہتے ہیں چچا جان؟؟" منال نے پوچھا۔

"وہ لوگ لاہور ماڈل ٹاؤن میں رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے جو ایک شادی پر ملے تھے خالد و قاریاد تو ہوں گے۔۔ انہی کہ گھر جارہے ہیں۔" احمد نے کہا تو منال کو یاد آیا کہ کچھ عرصہ قبل ہی ایک شادی میں انکی ملاقات خالد و قاریاد اور انکی بیٹی انیشہ خالد سے ہوئی تھی۔

"اوو اچھا ہمیں یاد آیا۔" منال نے کہا تو زینب بولی۔
"کون سے والے تھے مجھے یاد نہیں آئے۔"

"ارے زینب وہی انیشہ جس نے کالے رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور بلا کی حسین لگ رہی تھی۔ پوری شادی میں تو تم اسے ہی گھور رہی تھی اب بھول گئی کیا؟؟" منال نے کہا تو جہاں زینب کو انیشہ یاد آئی وہیں احمد نے منال کی بات سن کر قہقہہ لگایا۔ منال اور زینب ہر کسی کو ایسے ہی یاد رکھتی تھی۔

"اوو اچھا وہ یاد آیا وہ تو بہت اچھی تھی چلو اچھی بات ہے وہ ہمیں خوب گھمائے گی۔" زینب نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں مگر دھیان رکھنا کسی کے گھر جا کر ذرا آرام سے رہنا۔" احمد نے سمجھایا تو وہ دونوں دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے لگیں۔ احمد ان دونوں سے واقف تھا۔ جب وہ کسی سے دوستی کر لیتیں تو وہ اسکے ساتھ

بلکل ایسی ہو جاتیں جیسے وہ انکی بہنیں ہوں مگر ہر کوئی انکی فطرت کا نہیں تھا۔ وہ لوگ خوبصورت اور پر رونق سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے اب ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے رکے۔ گھر باہر سے ہی اتنا خوبصورت تھا کہ منال اور زینب داد دیے بنا نہ رہ سکیں۔ ایش گرے رنگ کی دیواریں بہت دلکش لگ رہیں تھیں۔

احمد نے گاڑی کا ہارن زور سے بجایا تو گارڈ دروازہ کھولتا باہر آیا۔
"جی صاحب؟؟؟"

"خالد صاحب موجود ہیں؟؟؟" احمد نے پوچھا۔

"آپ احمد صاحب ہیں؟؟؟" گارڈ نے پوچھا۔

"جی میں احمد ہوں خالد کا دوست۔" احمد نے بتایا تو گارڈ انہیں اندر آنے کا کہہ کر بڑا دروازہ ہٹانے لگا۔

وہ کوئی محل نہیں تھا وہ دو منزلہ کوٹھی تھی ان کا گھر بھی اتنا ہی تھا مگر وہ بنگلا قدر دلکش تھا کہ وہ دونوں دنگ رہ گئی۔ احمد نے گاڑی اندر لا کر کھڑی کر دی جہاں پہلے ہی ایک خوبصورت گاڑی کھڑی تھی۔ وہ دونوں گاڑی رکنے پر باہر آئیں ایک ملازم انہیں اندر لے آیا۔

"صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ آپ آنے والے ہیں آپ بیٹھیں میں انکو بلا کر لاتا ہوں۔" ملازم کہہ کر چلا گیا جبکہ وہ تینوں نفوس وہیں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد سامنے سے خالد وقار صاحب نمودار ہوئے۔ بھورے رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس انکی چال میں ایک وقار تھا۔ وہ صورت سے ہی پٹھان نہ لگتے تھے مگر عمر کے اس حصے میں بھی کافی خوبصورت تھے۔ آہ منال کے باقول دنیا میں صرف پٹھان ہی خوبصورت ہوتے ہیں۔ خالد صاحب کافی گرمجوشی سے احمد سے ملے پھر منال اور زینب کے سر پر ہاتھ پھیر کر بیٹھنے کو کہا۔

"آنے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟؟؟" حال احوال کے بعد خالد نے پوچھا۔
"نہیں الحمد للہ کافی اچھا رہا سفر۔" پھر کچھ دیر سفر کی گفتگو کے بعد خالد منال اور زینب سے مخاطب ہوئے۔

"بیٹا آپ لوگ آرام کر لو جا کر کچھ دیر بعد کھانا تیار ہوتا ہے تو میں آپ کو بلوا لوں گا۔" خالد نے یہ کہا تو وہ دونوں کسی معصوم بچوں کی طرح جواب طلب نظروں سے احمد کو دیکھنے لگیں۔

"ہاں جاؤ آرام کر لو۔" احمد نے کہا تو وہ دونوں ایک ملازمہ کے ہمراہ کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ انکا سامان ملازمہ نے اٹھار کھا تھا اور وہ دونوں ستائیشی

نظروں کے گھر دیکھتی اسکے پیچھے جارہیں تھیں۔

"بات سنیں یہ خالد انکل کی بیٹی بھی تھی ناں وہ کہاں ہے؟؟" منال بھلا خاموش کیسے رہ سکتی تھی۔

"جی جی انیشہ بی بی باہر گئیں ہیں بس آنے والی ہوں گیں۔" ملازمہ نے کہا تو وہ دونوں خاموش ہو گئیں۔ ملازمہ انہیں اوپری منزل پر کمرے میں لے آئی۔

"آپ کا سامان الماری میں رکھ دوں آپ اجازت دیں تو؟؟؟"

"نہیں نہیں آپ کا شکریہ ہم کر لیں گے۔" منال نے کہا تو ملازمہ آرام کرنے کا کہہ کر کمرے سے چلی گئی۔

وہ دونوں ہاتھ منہ دھو کر کچھ دیر لیٹ کر اپنے گھومنے کا پروگرام بنا رہی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ منال نے جا کر دروازہ کھولا تو سامنے انیشہ کھڑی تھی۔ منال اسے پہچان چکی تھی۔ وہ سکن رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سیاہ سیدھے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ چند بال آگے گرائے وہ بغیر دو بٹے کے مسکراتی ہوئی کھڑی تھی۔

"میں نے ڈسٹرب تو نہیں کر دیا؟؟؟" انیشہ نے مسکرا کر کہا۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" منال کو سمجھ نہ آئی کے وہ اسی کے گھر میں اسے اندر آنے کی دعوت دے یا کیا کرے۔

"اوہ زینب بھی آئی ہے۔" انیشہ زینب کو دیکھتی اندر داخل ہوئی۔ دونوں سے ملنے اور حال احوال کے بعد انیشہ بولی۔

"پہلے میں نے سوچا تم دونوں کو ڈسٹر ب نہ کروں پھر میں نے سوچا تم دونوں کہیں بور ہو کر سونہ جاؤ اس لیے کمپنی دے دیتی ہوں کھانا تیار ہے اس کے بعد آرام کر لینا۔" انیشہ خاصی دوستانہ تھی۔ منال اور زینب سے وہ شادی پر مل چکی تھی مگر اتنے عرصے بعد بھی یوں مل رہی تھی جیسے وہ روز ایک دوسرے سے ملتی ہوں۔ منال اور زینب کو یہ جان کر خوشی ہوئی تھی اور وہ دونوں بھی کافی بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھیں۔

کھانا کھانے کے بعد منال اور زینب آرام کرنے چلی گئیں اور انکا آرام کا وقت شام چھ بجے ختم ہوا۔ انکو معلوم ہی نہ ہوا کہ وہ دونوں اتنی دیر کیسے سوتی رہی ہیں۔ یقیناً گھر ہوتی تو اس وقت انکی عزت افزائی ہو چکی ہوتی۔ وہ دونوں فریش ہو کر باہر آئیں تو ساتھ والے کمرے سے ہی انیشہ بھی باہر آئی۔ وہ انہیں دیکھ کر مسکراتی ہوئی انکے قریب آئی۔

"تھکن دور ہوئی؟؟"

"ایسی ویسی واللہ ہم اگر گھر میں اتنی دیر سوتے تو اماں جان نے چھوڑنا نہیں تھا۔" منال نے کہا تو انیشہ ہنسنے لگی۔

"چلو آؤ میں تم لوگوں کو گھر کی سیر کرواتی ہوں۔" انیشہ انکو لے کر گھر میں گھومنے لگی۔ سارا گھر دیکھنے کے بعد وہ لان میں آئیں۔

"یہ میرا فیورٹ پارٹ ہے گھر کا۔" انیشہ نے بتایا۔

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد زینب کو خیال آیا۔

"ابو اور انکل کہاں ہیں؟؟" زینب نے کہا تو منال کو بھی یاد آیا کہ ان نے خالد اور احمد کو کہیں نہیں دیکھا۔

"ہمارے ایک ریلیٹو ہیں انکی ڈیٹھ ہو گئی تھی دو تین دن پہلے تمہارے ابو کے بھی شاید کوئی دوست یا جاننے والے تھے تو انہیں کے گھر عیادت کے لیے گئے ہیں۔"

"کچھ دیر بعد احمد اور خالد بھی گاڑی میں گھر کے اندر داخل ہوئے ان تینوں کو دیکھ کر وہیں آگئے۔ خالد صاحب زینب اور منال سے انکی مصروفیات کے بارے میں پوچھتے رہے۔"

"ایک دودن آرام کرو پھر انیشہ کے ساتھ باہر کہیں گھومنے پھرنے جاؤ
لاہور دیکھو۔" خالد نے کہا تو ان دونوں کے چہروں کی چمک بڑھ گئی آخر وہ
آئی بھی تو اسی کام کے لیے تھی۔

"ایک دودن کی کیا ضرورت انکل آرام ہم نے کر لیا کل ہی کہیں چلتے
ہیں۔" زینب نے کہا تو منال نے اس کے ہاتھ پر مارا۔
"کوئی بات نہیں جب انیشہ فری ہو ہم تبھی چلیں گے۔" منال نے
سمجھداری سے کہا۔

"ارے میں تو فری ہی فری فری ہوں گھومنے کے لیے کل ہی چلتے ہیں۔"
انیشہ نے کہا تو منال اور زینب بے تہا شاخوش ہوئیں۔

اگلے دن منال اور زینب انیشہ کے کمرے میں بیٹھی بڑی بے تکلفی سے
گھومنے کا پلین بنا رہی تھیں۔

منال اور زینب کو تو مانو بس اسی بات کی خوشی تھی کہ وہ اکیلی جا رہی ہیں نہ
از لان نانہ احمد اور نہ امیوں کا مسئلہ۔ اگلے دن وہ لوگ احمد سے اجازت لینے
کے بعد گھومنے کے لیے تیار تھیں۔ منال نے کالے رنگ کی گول دامن
والی قمیض اور شلوار پہن رکھی تھی۔ بالوں کی مانگ نکال کر چند لٹیں چہرے

پر گرائے باقی کو فریج چوٹی میں باندھے سر پر مہرون رنگ کا دوپٹہ لے رکھا
 تھا۔ کانوں میں ہلکے سے بوندے لگائے آج وہ الگ ہی خوبصورت لگ رہی
 تھی۔ زینب نے بھی ویسے ہی کپڑے پہن رکھے تھے البتہ اس نے بالوں کو
 ڈھیلے سے جوڑے میں قید کر رکھا تھا اور سر پر نفاست سے دو بٹا اوڑھ رکھا
 تھا۔ وہ دنوں تیار ہو کر انیشہ کے کمرے میں آئیں۔ انیشہ مہرون رنگ کے
 کپڑوں میں الگ ہی قیامت لگ رہی تھی۔ اصل حسن اسکی گرے رنگ کی
 آنکھوں کا تھا جو دیکھنے والے کو عاشق بنا دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔
 "واؤ کمپلیٹ دیسی لک۔" انیشہ نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا۔ اسکے سیاہ
 سیدھے بال آج بھی کمر پر جھول رہے تھے اور دوپٹا گلے میں موجود تھا۔
 "ہاں دیسی تو بننا تھا آخر زینب کو انسٹا پر ہیش ٹیگ اندرون لاہور کی پوسٹس
 بھی تو کرنی ہیں۔" منال نے کہا تو زینب نے برا سامنہ بنایا۔
 "میں کونسا اپنی پوسٹ کروں گی بس خوبصورت جگہوں کی کروں گی۔"
 "اچھا اچھا چلو چلتے ہیں۔"

انیشہ نے کہا تو وہ مزید کسی بحث کے اسکے پیچھے چل پڑیں۔ احمد اور خالد کو بھی
 کام کے سلسلے میں باہر جانا تھا وہ تینوں ان سے مل کر گاڑی میں سوار ہو
 گئیں۔

"چلو بتاؤ پہلے کہاں چلنا ہے؟؟" انیشہ نے ان سے پوچھا تو ان دونوں کو بے اختیار دکھ ہوا۔

"ہمیں کیا معلوم کون کون سی جگہیں ہیں بس جو مشہور و معروف جگہیں بچپن سے سنتے آرہے ہیں ادھر ہی چلتے ہیں۔" منال نے جواب دیا۔
"ہاں اور ویسے بھی لاہور تو آپ کا ہے آپ کو معلوم ہو گا کہاں جانا چاہیے۔" زینب نے بھی اپنا حصہ ڈالا تھا۔

"چلو اب لاہور تمہارا ہونے والا ہے۔" انیشہ نے کہا تو وہ دونوں نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیا مطلب؟؟" زینب نے پچھلی سیٹ سے آگے کو جھک کر پوچھا۔
"جو ایک بار لاہور آجائے لاہور اسی کا اور وہ لاہور کا ہو جاتا ہے۔" انیشہ نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو دیکھتے ہیں لاہور ہمیں کتنا قبول کرتا ہے۔" منال نے کہا۔
"لاہور ہر کسی کو قبول نہیں کرتا وہ خاص ہوتے ہیں جنہیں لاہور قبول کر لے۔" انیشہ نے دوبارہ کہا۔

"اللہ اللہ آپ تو اپنے شہر کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہیں۔" منال نے کہا تو انیشہ مسکرا دی۔

"شہر سے عشق ضروری نہیں ہے شہر کالاہور ہونا ضروری ہے۔" انیشہ نے کہا تو منال نے برا سامنہ بنایا۔

"اچھا اچھا کوئی اور بات کرتے ہیں ورنہ سارا راستہ آپ لاہور کے قصیدے ہی پڑھتی رہیں گی۔" زینب نے موضوع بدلا۔

"ویسے یہ زیادتی ہے تم دونوں پیچھے بیٹھ گئی ہو مجھے ڈرائور والے فیلنگز آرہی ہیں۔"

انیشہ نے معصومیت سے کہا تو وہ دونوں ہنس دیں۔

"اب ایک کو تو قربانی دینی ہوگی کیوں کے ہم تو تین ہیں۔" منال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر صبر کرو ہم چار ہو جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟؟ کوئی اور بھی آرہا ہے؟؟" انیشہ نے کہا تو منال نے پوچھا۔

"ہاں میرا ایک کزن ہے اسے بھی لاہور میں کچھ خاص نظر نہیں آتا وہ یہاں

بہت کم آتا ہے میرے پاس ٹائم نہیں ہوتا اس کے ساتھ گھومنے کا آج موقع ملا

تو سوچا اسکو بھی گھمالتے ہیں ساتھ۔" انیشہ نے کہا تو وہ دونوں خاموش

رہیں۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہے اسکے آنے سے؟؟ اگر تم دونوں ان کمفر ٹیبل ہو تو بتاؤ میں اسے منع کر دوں گی۔" انیشہ نے ان دونوں کو خاموشی کی وجہ سے پوچھ لیا۔

"نہیں نہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" منال نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"جی کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر آپ کا کزن ہینڈ سم ہے تو۔۔۔"

زینب نے کہا تو انیشہ ہنس دی۔ "نہیں بالکل نہیں میرا کزن بہت ہینڈ سم ہے آخر کو کزن جو میرا ہے۔" انیشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھلا کیا ضرورت تھی کزن کو ہمارے ساتھ لانے کی اب ایویں سارا راستہ

انسانوں کی طرح منہ سمجھال کے بیٹھنا پڑے گا۔" زینب نے آہستہ سے

منال سے کہا۔ گاڑی میں میوزک آن تھا اس وجہ سے انیشہ تک انکی

سرگوشی نہیں جاسکی۔ زینب نے خود ہی کہہ کر برا سا منہ بنایا۔

"تمہارا کیا ہے کہیں بھی منہ کھول دیتی ہو۔" منال نے کہا تو زینب ڈھٹائی

سے مسکرائی۔ زینب اور منال دونوں کافی شوخ قسم کی لڑکیاں تھیں مگر منال

گھر سے باہر انٹروورٹ تھی۔ باہر وہ ذرا سمجھدار سی لگتی تھی۔ جبکہ زینب گھر

کے باہر بھی ویسی ہی تھی۔

کچھ دیر گاڑی میں بس میوزک کی آواز گونجتی رہی منال اور زینب باہر سڑکوں کی اور اپنی سٹرکیس بنانے میں مصروف تھی۔

اففف یہ سنیپ چیٹ کا نشہ۔۔۔ تقریباً دس منٹ بعد گاڑی ایک سڑک کے کنارے پر رکی منال اور زینب موبائل میں مصروف تھیں۔ گاڑی رکنے پر زینب متوجہ ہوئے بغیر موبائل پر مصروف رہی۔ منال نے موبائل سے نظر ہٹا کر سڑک کے پار دیکھا تو وہ دنگ رہ گئی۔ سامنے سے سفید قمیض شلوار میں ملبوس گہری کالی آنکھوں والا مرد کھڑا تھا۔ جو منال کو ہمیشہ ایسے ہی حسین لگتا تھا۔ وہ واقع اتنا حسین تھا یا بس منال حیات خان کو اچھا لگتا تھا؟؟ منال کو سوچنا چاہیے تھا۔ گہری سیاہ آنکھیں گاڑی کے ہارن پر سامنے متوجہ ہوئی تو پہلے آنکھوں میں حیرت پھر بے یقینی پھر شاناسائی اور پھر ہلکی سی خوشی کا

تاثر ابھرا۔ منال اتنی دور سے بھی اسکی آنکھوں کا ہر رنگ پہچان سکتی تھی۔ وہ ایک سال سات ماہ بعد بھی اسکو دیکھنے پر ایسے ہی دنگ رہ گئی تھی جیسے پہلی دفعہ۔ شاہ میر اکبر مسکراتا ہوا گاڑی کی جانب آیا۔

"آئیے جناب زیادہ انتظار تو نہیں کروایا؟؟؟" انیشہ نے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

"بلکل نہیں آپ تو بلکل وقت پر آئی ہیں میں ہی جلدی آگیا تھا۔" آہ یہ آواز کتنے عرصے بعد یہ آواز سنی تھی۔ اسکی آواز سنتے ہی زینب یک دم شاہمیر کی جانب مڑی۔

"شاہ میر؟؟؟" زینب نے اسے یوں دیکھا جیسے کوئی جن دیکھ لیا ہو۔
"جی میں ہی ہوں شکر ہے آپ نے پہچان لیا۔" شاہ میر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویٹ ویٹ ویٹ ڈونٹ ٹیل می کہ تم لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہو۔" انیشہ بولی۔

"ایک نالائق اور ایک لڑاکا لڑکی کو میں کیسے بھول سکتا ہوں؟" شاہ میر نے کہا تو وہ دونوں مسکرا دیں۔ ان دونوں کو دو سال پہلے دیا گیا لقب اسے آج بھی یاد تھا۔

"یہ از لان بھائی کے دوست ہیں ہم ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے۔" زینب نے انیشہ کو بتایا۔

"اوہ چلو اچھا ہو گیا تعارف نہیں کروانا پڑے گا۔" اب وہ ایک دوسرے کی مصروفیات کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ انیشہ شاہ میر کے ساتھ خاصی دوستانہ تھی۔ شاہ میر کی کسی بات پر کوئی الٹا جواب دے دیتی جس پر شاہ میر

اسے مسنوی ساڈپٹ دیتا۔ زینب ہی اسے منال کی مصروفیات کے بارے میں بھی بتا رہی تھی۔

"آپ پاکستان آئے ہیں از لان بھائی کو بتایا آپ نے؟؟؟" زینب نے پوچھا۔
"ہاں بتایا تھا کہہ رہا تھا ایک دو دن میں آجائے گا ملنے ابھی اسے کچھ کام ہے۔
میری پھوپھا کی ڈیٹھ ہو گئی ہے بس اسی سلسلے میں اچانک آنا پڑا اور اب
پھوپھو کے گھر ہی ہوں کچھ دن تو اسلا مآباد نہیں جاسکوں گا۔"
شاہ میر نے بتایا تو منال اور زینب نے اس کے پھوپھا کی تعزیت کی۔ شاہ میر انیشہ
کی خالہ کا بیٹا تھا۔ انیشہ کی والدہ کا انتقال کافی پہلے ہو چکا تھا اس لیے شاہ میر
بہت کم ان کے گھر آیا کرتا تھا۔

"جناب کہاں گھومنے کا ارادہ ہے؟؟؟" شاہ میر انیشہ کی جانب متوجہ ہوا۔
"پورا لاہور۔" انیشہ نے کہا تو زینب نے برا سامنہ بنایا۔

"اب یہ پھر سے لاہور کے قصیدے شروع کر دیں گی۔ ذرا انکو بتائیں کے
اسلا مآباد لاہور سے زیادہ خوبصورت ہے۔" زینب نے کہا تو شاہ میر مسکرا
دیا۔

"ہاں مگر لاہور خاص ہے۔" شاہ میر نے کہا۔

"واؤ اور وجہ کیا ہے کہ آج آپ جناب لاہور کی تعریف کر رہے ہیں؟؟؟"

انیشہ نے سوال کیا تو وہ محض مسکرا دیا۔

"یہ منال خاصی تمیز دار ہو گی ہے یا پہلے سے اتنی خاموش طبیعت تھی؟"

شاہ میر نے پوچھا تو منال ہڑبڑا گئی۔

"ایسی بات نہیں ہے ہمارے کرنے کی کوئی بات ہے ہی نہیں تو کیا بولیں۔"

کچھ دیر ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی۔ انیشہ نے گاڑی ایک مال کے سامنے کھڑی کی۔

منال اور زینب نے کافی ساری جیولری خریدی تھی۔ انیشہ انہیں اور بھی چیزیں خریدنے کو کہہ رہی تھی مگر ہر چند سیکنڈ بعد آواز آتی۔

"زینی وہاں بہت خوبصورت قسم کی جیولری ہے چلو وہاں چلتے ہیں۔" شاہ میر زیادہ خاموش ہی رہا بس کبھی انیشہ سے کوئی بات کر لیتا۔ شاپنگ کے بعد اب وہ لوگ گلی سورجن سنگھ جا رہے تھے۔ انیشہ انہیں اس جگہ کے بارے میں بتا رہی تھی۔ وہاں پہنچنے پر منال اور زینب کو کچھ خاص نہ لگا۔ بس ایک گلی ہی تو تھی۔ واقعہ؟؟ وہ لوگ عثمان کی بیٹھک کے سامنے رکے۔

"ارے انیشہ یہ کس کا گھر ہے؟؟" منال نے پوچھا تو انیشہ تو مانو کو ما میں چلی گئی۔

"منال پلیز اب تم میرے لاہور کا یوں مزاق تو مت اڑاؤ۔" منال کو اسکی بات سمجھ نہیں آئی۔ سمجھ تب آئی جب وہ اندر داخل ہوئے۔ دروازے کے باہر ایک جانب تختی پر عثمان کی بیٹھک لکھا ہوا تھا۔ اندر داخل ہونے پر جو منظر دیکھا گیا وہ کافی دلچسپ تھا۔ لکڑی کے چھت پر لگی بتیوں کے ارد گرد نقش اس قدر خوبصورتی سے بنائے گئے تھے کہ ان سے پرانی روایتی اور دیسی جھلک دکھائی دیتی۔

اندر داخل ہونے پر بالکل سامنے لکڑی کا دروازہ تھا جسکے دونوں پٹ بند تھی ان نے اس جانب جانے سے گریز کیا تھا۔ وہ بائیں جانب چلے گئے جسکا کوئی دروازہ نہ تھا۔ سامنے سفید اینٹوں کی بنی ہوئی دیوار پر چند روایتی نقش و نگار لگے تھے۔ وہ جگہ بہت کشادہ نہ تھی۔ دیوار کے ساتھ بیٹھنے کے لیے جگہ تھی اور سامنے دو میز لگائے گئے تھے۔ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ انکی دائیں جانب ایک کھڑکی تھی جو باہر گلی کی جانب کھلتی تھی۔ اسکے قریب تین لڑکے بیٹھے تھے۔ کالے رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس ایک لڑکا جسکے ہاتھ میں گٹار تھا

گانے کی تیاری کر رہا تھا۔ سامنے بیٹھے دو لڑکوں میں سے ایک لڑکا اپنا کیمرہ سیٹ کر رہا تھا۔ مکمل تیاری کے بعد لڑکے نے گانا شروع کیا۔

وہ خیال میں ہوئے روبرو۔۔۔

کیا پیش دل تو وہ کہہ گئے۔۔۔

وہی دل یہاں پہ قبول ہے۔۔

وہی دل یہاں پہ قبول ہے۔۔

جو تاثیر عشق امام ہے۔۔

یہ ہے میکدہ۔۔ یہ ہے میکدہ۔۔۔

بھورے گھنگریالے بالوں والے اس لڑکے کی آواز بلا کی حسین تھی۔ زینب

اور منال غیر ارادی طور پر اسے ریکارڈ کر رہی تھی۔ شاید کیمرے میں گڑبڑ

ہوئی یا اسکی آواز میں مگر وہ رک گیا۔ شاہ میر اٹھ کر اسکی جانب بڑھنے لگا۔

انیشہ ہلکا سا مسکرا دی۔ زینب اور منال اس جانب دیکھ رہیں تھیں۔

"کیا مجھے آپ کا گٹار مل سکتا ہے؟؟؟" سیاہ آنکھوں والے مرد نے مسکراتے

ہوئے پوچھا۔

"آپ کچھ گانا چاہتے ہیں؟؟؟" گھنگریالے بالوں والے لڑکے نے سوال

دہرا۔

"جی ہاں۔" شاہ میر نے بس اتنا ہی جواب دیا۔ بھورے بالوں والے لڑکے
نے مسکرا کر گٹار شاہ میر کے حوالے کیا۔ شاہ میر اس لڑکے کے ساتھ بیٹھ
گیا۔ گٹار سیٹ کر کے شاہ میر نے گانا شروع کیا۔

میرے نالوں کی سن کر زبانیں۔۔۔

ہو گئیں موم کتنی چٹانیں۔۔۔

شاہ میر آنکھیں بند کیے نا جانے کس کو تصور میں لائے یوں گارہا تھا۔ اسکی
آواز ہر ایک کو سحر میں جکڑ رہی تھی۔

کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں جن میں سوچنے کا عمل شامل نہیں ہوتا۔ جن میں
فیصلے دل سے ہوتے ہیں اور دماغ کہیں پس پشت چلا جاتا ہے۔ محبت بھی
ایسے ہی لمحوں میں ہو جاتی ہے۔ بغیر سوچے سمجھے۔ لاہور کی اس گلی میں
منال پر یہ لمحہ اتر اٹھا۔ اسکے دل نے اس سیاہ آنکھوں والے مرد سے محبت کا
اعتراف کیا تھا۔ ایک سال سے وہ جن جزبوں کو وقتی کہہ کر ٹال دیتی تھی
آج وہ جزبہ بہت شدت سے ظاہر ہوا تھا۔

میں نے پگھلا دیا پتھروں کو۔۔۔

اک تیرا دل پگھلتا نہیں ہے۔۔۔

سامنے کسی نے چائے کی چار پیالیاں اور نان خطائی لا کر رکھی تھی منال کو کچھ ہوش نہ تھا کہ کب وہ کسی نے منگوائی کب کوئی وہ وہاں رکھ کر چلا گیا۔
آپ بیٹھے ہیں بالم پہ میری۔۔۔

موت کا زور چلتا نہیں ہے۔۔۔

اس نے انیشہ کے چہرے پر ہلکی سی دلکش مسکراہٹ دیکھی۔

"شاہ میر کو ایک لڑکی پسند آگئی ہے اس نے اپنے ابو کو بتا دیا ہے کہ جب وہ باہر سے پڑھ کر آئے گا تو شادی اسی سے کرے گا۔" از لان کے الفاظ منال کے دماغ میں یک دم ہتھوڑے کی مانند لگے تھے۔ محبت سوچ سمجھ کر اپنے مرضی سے نہیں کی جاتی یہ بے اختیار عمل ہوتا ہے۔ اور بھلا محبت ہر ایک کو کہاں راس آتی ہے؟؟ وہ شخص تو اپنا دل بہت پہلے کسی کے حوالے کر چکا تھا جسکی محبت نے منال کے دل میں جنم لیا تھا۔ منال کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اس نے دیکھا تھا کہ شاہ میر ابھی تک آنکھیں بند کیے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گارہا تھا۔ گانا گا کر وہ ان کی جانب بڑھا۔ وہ منال کے قریب آ رہا تھا مگر منال کو لگ رہا تھا جیسے ان کے بیچ میلوں کا فاصلہ ہو۔ "مجھے یقین تھا تم یہی گانا گاؤ گے۔" انیشہ نے مسکرا کر کہا۔ شاہ میر بھی مسکرا دیا۔

انیشہ؟؟ کیا وہ لڑکی انیشہ تھی جسے شاہ میر نے پسند کیا تھا؟؟ محبت میں محبوب کے ساتھ بیٹا ہر شخص رقیب لگتا ہے۔ وہ دونوں چائے پیتے کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ پیچھے بیٹھے لڑکے شاہ میر کی ویڈیو دیکھ رہے تھے۔ چند سیاح گلی میں تصویریں بنا رہے تھے۔ منال ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ باہر کی جانب چلی آئی۔ زینب اور انیشہ اسے آوازیں دے رہیں تھیں۔

شاہ میر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ منال باہر آکر کھڑی ہو گئی۔
"کیا ہوا منال تم ٹھیک ہو؟؟؟" زینب نے اس سے پوچھا۔

"ہماری طبیعت سہی نہیں ہے زینب ہمیں گھر جانا ہے۔" شاہ میر کچھ دیر بعد باہر آیا تھا۔

"ہاں کوئی مسئلہ نہیں چلو چلتے ہیں۔ انیشہ نے کہا۔

"منال زیادہ طبیعت خراب ہو تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" شاہ میر نے پیچھے سے کہا۔

"نہیں بس عجیب گھٹن ہو رہی ہے گھر جا کر آرام کریں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔" منال نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے چلو چلتے ہیں۔" شاہ میر نے کہا تو وہ سب گاڑی میں سوار ہو گئے۔

اب گاڑی شاہ میر چلا رہا تھا۔ منال کو گاڑی میں بیٹھ کر احساس ہوا تھا کہ اسکا

ریبن بینڈ اسکے بالوں میں موجود ہی نہ تھا۔ بالوں میں بنائی چٹیا اب ہلکی ہلکی کھل چکی تھی۔

راستے میں کوئی خاص بات نہ ہوئی تھی۔ انہیں گھر پہنچتے ہوئے رات پڑ چکی تھی۔ شاہ میر بھی انیشہ کے گھر آیا تھا۔ احمد اور خالد گھر میں موجود نہ تھے۔ منال اوپر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ زینب بھی اسکی طبیعت کا کہہ کر منال کے ساتھ آئی تھی۔

"کیا ہوا منال سب ٹھیک ہے؟؟" زینب نے کمرے میں آکر پوچھا۔

"ہاں بس عجیب گبھراہٹ ہو رہی تھی۔"

"زیادہ مسئلہ تو نہیں ہے؟؟" زینب نے کھڑکی کے پردے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"نہیں بس ٹھیک ہیں اب عجیب تھکاوٹ سی ہو رہی ہے آرام کریں گے تو

ٹھیک ہو جائیں گے۔" منال نے لیٹتے ہوئے جواب دیا۔ زینب اسے آرام

کرنے کی غرض سے چھوڑ کر نیچے آگئی۔ منال سوچوں میں غرق نا جانے

کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

منال کی آنکھ بھوک کی وجہ سے صبح کافی جلدی کھل گئی تھی۔ وہ ہاتھ منہ دھو کر لان میں بیٹھ گئی۔ چند منٹ بعد خالد ٹریک سوٹ میں ملبوس وہاں اسے اپنی جانب آتے دکھائی دیے۔ منال نے اٹھ کر انہیں سلام کیا۔
"وعلیکم السلام بیٹا آپ اکیلی یہاں کیا کر رہی ہیں اتنی صبح؟؟" انہوں نے منال سے پوچھا۔

"وہ آنکھ کھل گئی تھی جلدی تو یہاں آگئی۔" منال نے کچھ جھجھکتے ہوئے جواب دیا۔ وہ یہ نہیں بتا سکی کہ بھوک سے برا حال تھا نیند کیسے آتی۔
"ہاں رات میں بھی آپ جلدی سو گئی تھی کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا۔ اندر ملازم موجود ہیں آپ جا کر ناشتہ کر لیں۔" خالد نے اپنائیت سے کہا۔
"شکریہ انکل بس زینب جاگ جائے تو کر لیں گی ناشتہ۔"
"چلو جیسے آپ کو بہتر لگے۔" یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے۔ منال نے اندر جا کر ملازم سے ناشتہ کا کہا۔

دوپہر کے وقت وہ تینوں انیشہ کے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی جب ملازمہ نے از لان کے آنے کی اطلاع دی۔ منال اور زینب حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"شاہ میر کی وجہ سے آئے ہیں مگر انفارم تک نہیں کیا اتنی جلدی آگئے؟؟؟"

منال نے کہا۔ وہ تینوں نیچے آئیں تو از لان وہاں موجود تھا۔

"بھائی آپ یہاں؟؟؟" زینب نے از لان سے ملتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں یہاں۔" از لان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ظاہر ہے دوست نے بلایا تھا آنا تو تھا ہی۔" منال نے کہا۔

"تم تو بس جلتی ہی رہنا مجھ سے۔" از لان نے کہا تو سب انکی نوک جھوک پر مسکرا دیے۔

"جلدی سے کھانا کھا کر تیار ہو جاؤ شاہ میر آئے گا کچھ دیر میں پھر باہر چلیں گے گھومنے۔" از لان نے کھانے کے وقت کہا۔

"مگر اتنی جلدی کیا ہے آج ہی تو آئے ہیں کل تک چلے جانا۔" خالد نے کہا۔

"نہیں انکل کل شاید شاہ میر واپس چلا جائے اسی وجہ سے میں آج آگیا۔"

از لان نے مسکراتے ہوئے وجہ پیش کی۔

"اچھا تو یہ وجہ ہے اتنا بھاگے بھاگے آنے کی۔" خالد نے تبصرہ کیا۔ از لان مسکرا دیا۔ اسکی مسکراہٹ بلا کی پرکشش تھی۔ مسکراتے وقت اسکی ہلکی بھوری آنکھیں کی چمک بڑھ جاتی تھی۔

"دوستوں کے بلانے پر بھی بھی انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اور شاہ میر تو میرا
واحد عزیز دوست ہے۔" آنکھوں میں بے پناہ عزت لئے وہ بھوری
آنکھوں والا مرد اپنے دوست کی اہمیت بیان کر رہا تھا۔ وہاں بیٹھا ہر وجود
دوست لفظ سے واقف تھا مگر از لان اور شاہ میر وہ دوست نہیں تھے جو ہر
وقت ساتھ رہتے یا ہر وقت ایک دوسرے کی باتیں کرتے۔ انکی دوستی
آپس تک محدود تھی بھلا دوستی کوئی دکھاوے کی چیز ہے؟؟ دوستی تو وہ ہے
جو ملیں تو اس بات سے بے خبر ہو جائیں کے لوگ انکی دوستی کو سراہیں گے یا
انکی دوستی کی مثالیں دی جائیں گی۔ اور اگر جدا ہوں تو اس بات سے بے پرواہ
کے انکی دوستی کے بیچ کوئی بھی طاقت آسکتی ہے۔ وہ بھی ایسے ہی دوست
تھے جنہیں یہ شوق لاحق نہیں تھا کہ انکی دوستی کو دیکھا جائے یا سراہا
جائے۔

ان سب کے خیال میں وہ بس دوست تھے۔ عام سے دوست جو ملتے باتیں
کرتے اور چلے جاتے۔ مگر وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بہت خاص تھے
۔ ایک دوسرے کے اکلوتے دوست۔ انکی دوستی کی کتنی خوشگوار یادیں تھی
کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ بس وہی جانتے تھے۔ منال زینب اور انیشہ آج پھر
سے لاہور گھومنے کو تیار تھیں۔ منال پرپل زینب براؤن اور انیشہ ہرے

رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس کافی حسین لگ رہیں تھیں۔ وہ تیار ہو کر نیچے
آئی تو از لان کو سامنے بیٹھے پایا۔ وہ سیاہ رنگ کی

baggy shirt

میں ملبوس ساتھ ہم رنگ جینز اور جو گرز پہنے تیار بیٹھا تھا۔ شرٹ کی بازوؤں
کلائیوں کو ڈھانپ رہیں تھی جنکے نیچے سے مختلف قسم کے بینڈز کی جھلک
دکھائی دے رہی تھی۔ ہلکے گھنگریالے بھورے بال اور سنہری آنکھوں والا
از لان خالد کی کسی بات پر چہرہ اچھکائے مسکرا رہا تھا۔ از لان احمد خان سیاہ
رنگ میں کس قدر حسین لگتا تھا کوئی دیکھنے والی آنکھوں سے پوچھے۔

". Your brother is stunning"

انیشہ نے زینب سے کہا تو اس نے برا سامنہ بنایا۔
"ایسے بھی کوئی خاص نہیں ہیں۔" بھالا بہنوں کو بھائیوں کی تعریف ہضم
ہوتی ہے؟؟ از لان کے ساتھ احمد اور خالد بھی موجود تھے۔ باہر گاڑی کے
رکنے کی آواز آئی۔

"لو شاہ میر بھی آگیا۔" احمد نے شاہ میر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔
شاہ میر ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیض میں دروازے سے آتا دکھائی دیا۔
منال کو یاد نہیں کے اس نے شاہ میر کو کالج یونیفارم کے علاوہ کبھی پینٹ

شرٹ پہنے دیکھا تھا۔ سب سے ملنے کے بعد وہ از لان سے بڑی گرمجوشی سے گلے لگا کر ملا۔

"کافی خوبصورت ہو گئے ہو دبئی جا کر۔" از لان نے بیٹھتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا۔ "خوبصورت میں پہلے ہی تھا اب مزید ہو گیا ہوں۔" شاہ میر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ان دونوں کا بے اختیار قہقہہ بلند ہوا۔ دوستوں کے ساتھ پر مسکراہٹیں یوں ہی بے اختیار ہر سو بکھر جاتی ہیں۔

"تم نے تو میری تعریف ہی نہیں کی۔" از لان نے گلہ کیا۔ شاہ میر نے اسے عجیب نظروں سے گھورا۔

"بلکل برگر بچے لگ رہے ہو۔" از لان کو اپنی اس تعریف پر سدمہ ہوا۔

"کیا مطلب اچھا نہیں لگ رہا میں؟؟؟" از لان نے سدمے سے پوچھا۔

"بلکل نہیں۔" صاف گوئی سے جواب دیا گیا۔ "ایسے لگ رہا ہے جیسے کسی ممی ڈیڈی بوائے کو ماما نے سکول کے پہلے دن کے لیے تیار کیا ہو۔" شاہ میر نے سنجیدگی سے کہا۔ از لان اس سے زیادہ اپنی تعریف برداشت نہیں کر سکتا تھا سواٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ لوگ گاڑی میں میرا انتظار کریں میں بس ابھی آیا۔" یہ کہہ کر وہ احمد کے کمرے کی جانب بڑھا اسکا سامان وہیں تھا۔ چند منٹ بعد از لان سیاہ

قمیض شلواری میں ملبوس بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کرتا باہر آیا۔ از لان اور شاہ میر ایک ساتھ کھڑے ہوئے ان دونوں کے ہاتھوں میں بینڈز موجود تھے۔

"اب لگ رہا ہوں ناپٹھان۔" از لان نے فخریہ انداز میں پوچھا۔
"تو کیا ویسے نہیں لگتے؟؟" شاہ میر بھی کہاں باز آنے والا تھا۔
"ایسا کیا کہہ دیا تھا شاہ میر بھائی نے جوڈریس ہی چیلنج کر لیا۔"
زینب نے از لان کو چڑاتے ہوئے پوچھا۔

"کہہ رہا تھا پینٹ شرٹ میں میں اتنا حسین لگتا ہوں کہیں لاہوری لڑکیاں مجھے نظر نہ لگا دیں اس لئے چیلنج کر لیا۔" از لان نے کمال دلیری سے شاہ میر کے کندھے پر ہاتھ جماتے ہوئے جھوٹ کہا۔
"ہوہ عجیب۔۔۔"

زینب آنکھیں گھما کر منال کی جانب بڑھ گئی۔
"جلتی ہے بھائی اپنی دوستی سے۔" از لان نے مسکراتے ہوئے کہا تو شاہ میر بھی مسکرا دیا۔ وہ لوگ لاہور کی بہت سی مشہور جگہوں پر گئے گھومے پھرنے اور خوب سیر و تفریح کی۔

بہت سی جگہوں کے بعد اب وہ لوگ بادشاہی مسجد کے قریب واقع حویلی
ریسٹورانٹ میں موجود تھے۔ وہاں سے بادشاہی مسجد مکمل دکھائی دیتی
تھی۔ وہ ایک اوپن ایریا تھا۔ رات کے اس پہر بادشاہی مسجد کی رونق اور ہلکی
ہوانے وہاں کے ماحول کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

وہ لوگ وہاں بیٹھے معمول کی باتیں کے رہے تھے۔ اپنی کہانیاں اپنی
مصروفیات اپنے مستقبل کے حوالے سے گفتگو ازلان اور شاہ میر کی اسکول
اور کالج کی کہانیاں اس رونق میں گھل مل سے گئے۔ اب لاہور کی رونق سے
زیادہ وہ یادیں تھیں جن نے ماحول کو حد سے زیادہ خوشگوار کر رکھا تھا۔ ماضی
کی یادوں میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ یہ انسان کو فرش کے عرش اور عرش
سے فرش تک لے جاسکتی ہیں۔ یہ ہنستے ہوئے کورلا سکتی ہیں اور روتے ہوئے
کو ہنسا سکتی ہیں۔ وہ بچپن وہ قہقہے وہ یادیں وہ شرارتیں وہ سب لوٹ کے نہیں
آسکتا تھا مگر ماضی کی وہ سب یادیں ہر لمحے کو حسین بنانے کی طاقت رکھتی
ہیں۔ اسی دوران ازلان کو احمد کی کال آئی وہ ازلان کو اپنے ساتھ کہیں لے
جانا چاہتے تھے۔ ازلان نے بے دلی سے ہامی بھری اور جانے کو تیار ہو گیا۔
انیشہ کی زد پر کے وہ لوگ ابھی یہیں رکیں گے ازلان نے ہارمانی۔ انکی فیملی

روایتی پٹھان فیملی سے مختلف تھی۔ وہ لوگ اوپن مانڈ ڈ قسم کے لوگ تھے اس لیے انہیں وہاں رکنے میں کوئی ہرج وہ تھا۔

"میں کوشش کروں گا جلد آ جاؤں لیکن اگر نہ آ سکا تو رات میں شاہ میر کی طرف ہی رکوں کا کل اسے ایر پورٹ چھوڑ کر اسلا مآباد چلا جاؤں گا۔" اس نے منال اور زینب کو بتایا اور رخصت ہو گیا۔

کچھ دیر تک گھٹن زدہ سی خاموشی رہی شاہ میر موبائل پر مصروف رہا۔ کچھ دیر بعد منال اور زینب اٹھ کر کچھ فاصلے سے جا کر تصویریں لینے لگیں۔ چند لمحوں بعد منال کچھ کہنے کے لیے کچھ دور بیٹھی انیشہ کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ خاموش ہو گئی۔ شاہ میر کا موبائل ٹیبل پر ایک جانب پڑا ہوا تھا۔ اس نے انیشہ سے کوئی بات کہی تھی جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ شاہ میر کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اچانک شاہ میر کی نظر منال پر پڑی تو چند لمحے وہ دنگ رہ گیا۔ منال جس جگہ کھڑی تھی وہاں تیز روشنی اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اسکے بہورے بال اسکے دو بٹے سے باہر اسکی کمر پر جھول رہے تھے۔ اسکی بھوری آنکھیں بھی شاہ میر پر مرکوز تھیں۔ وہ وہاں کھڑی شاہ میر کو چاند کی چاندنی کا حصہ معلوم ہوئی تھی۔ چند لمحے وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"زینب تم میرے ساتھ چل سکتی ہو مجھے کچھ کام ہے؟؟" انیشہ کی آواز نے منال کو ہوش کی دنیا میں لایا تھا جبکہ شاہ میراب بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔
"کہاں؟؟" زینب نے موبائل پر نظریں جمائے پوچھا۔

"اففف ہو واؤ تو سہی بتاتی ہوں ناں۔" انیشہ نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "ہم بھی چلتے ہیں کہاں جانا ہے؟؟" منال نے پوچھا تو انیشہ اسکی جانب متوجہ ہوئی۔ "نہیں تم یہیں رکو ہم بس دس پندرہ منٹ میں آرہی ہیں۔" انیشہ یہ کہہ کر زینب کو کھینچتے ہوئے لے گئی۔ منال کنفیوز سی چند لمحے وہیں گھڑی رہی۔ اسے ایسے اکیلے وہاں رکنا عجیب لگ رہا تھا۔

"تم وہاں آکر بیٹھ سکتی ہو میں بری کمپنی نہیں دیتا بلیومی۔" شاہ میر کی آواز پر اس نے اپنے سے چند قدم دور کھڑے شاہ میر کو دیکھا۔

"نہیں بس یہاں ویو اچھا ہے اس لیے یہیں کھڑے ہو گئے۔" منال نے سامنے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں ویو تو واقع بہت اچھا ہے میں حیران ہوں میں میں یہاں پہلے کبھی کیوں نہیں آیا۔" شاہ میر نے جواب دیا۔ چند لمحے خاموشی کا راج رہا۔

"آگے کا کیا پلین ہے تمہارا؟؟" شاہ میر نے اس خاموشی کے تسلسل کو

توڑا۔

"ایم۔ ڈی کیٹ کا ٹیسٹ دیا ہے انشاء اللہ پاس ہو جائیں گے پھر ابویسلی
میڈیکل کریں گے۔" منال کے جواب کے بعد ایک بار پھر خاموشی چھا
گئی۔

"ویسے تمہیں بھی پوچھنا چاہیے تھا۔" شاہ میر نے کہا تو منال حیران ہوئی۔
"کیا پوچھنا چاہیے تھا؟؟؟" منال نے نا سمجھی سے پوچھا۔
"یہی کے میر آگے کا کیا پلین ہے؟؟؟" شاہ میر نے کہا تو منال ہنس پڑی۔
"اس میں ہسنے کی کیا بات ہے؟؟؟" شاہ میر نے خفگی سے پوچھا۔
"جب آپ باہر میڈیکل کی پڑھائی کرنے گئے ہیں تو ظاہر ہے ڈاکٹر بنیں گے
ناں۔"

"پھر بھی تمہیں پوچھنا چاہئے تھا۔" شاہ میر نے ایک بار پھر اپنی بات
دہرائی۔

"اچھا آپکا آگے کا کیا پلین ہے؟؟؟" آگے کیا کرنا چاہتے ہیں آپ؟؟؟" منال
نے ہنسی پر قابو پاتے پوچھا۔

"شادی۔" شاہ میر نے ایک لفظی جواب دیا تو منال کی ہنسی بے اختیار رک
گئی۔

"معلوم ہے ہمیں از لان بھائی نے بتایا تھا۔" چند لمحے بعد منال بولی۔ منال کی آواز میں کچھ بدلا تھا۔

"پوچھو گی نہیں کس سے کروں گا؟؟؟" شاہ میر نے اسکی جانب مڑتے ہوئے پوچھا۔ "کس سے کریں گے؟؟؟" شاہ میر کو منال کا آدھ رخ دکھائی دے رہا تھا۔

"تم سے۔" شاہ میر کے جواب سے منال کو گویا کرنٹ لگا تھا۔ وہ شاہ میر کی جانب مڑی جو چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جی؟؟؟" منال نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں جی۔" شاہ میر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ منال چند لمحے شاک کے عالم میں رہی۔

"منال میری کوئی غلط انٹینشنز نہیں ہیں میں نے جو کہا ہے سچ کہا ہے میں تمہیں کافی عرصے سے پسند کرتا ہوں اور اس معاملے میں تمہاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔" شاہ میر نے کہا تو منال چند لمحے خاموش رہی۔ چند لمحے قبل شاہ میر انیشہ کو یہی بتا رہا تھا۔

"اچھا کیسے پروپوز کرو گے؟؟؟" انیشہ نے پوچھا تھا۔

"وہ پوچھے گی آگے کا کیا پلین ہے تو اسے بولوں گا شادی کرنے کا پلین ہے تم سے۔" شاہ میر کی بات پر انیشہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ شاہ میر بھی مسکرا دیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟؟؟" شاہ میر کی آواز پر منال نے رخ سامنے بادشاہی مسجد کی جانب موڑ لیا۔

"ہمیں نہیں معلوم ہمیں آپ کو کیا جواب دینا چاہیے۔ کیا ہم آپ کو یہ بتائیں کہ یہ پسندیدگی یک طرفہ نہیں ہے؟؟؟" منال نے کہا تو شاہ میر چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ منال نہایت سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی پھر؟؟؟ کیا وہ مزاق کر رہی تھی؟؟؟

"منال تم۔۔۔" شاہ میر کے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

"محبت کرنا غلط نہیں ہے یہ تو ایک احساس ہے جو کسی کے بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں یہ بتانے میں ہچکچاہٹ نہیں ہو رہی کے ہاں ہمیں آپ سے محبت ہے مگر محبت کو اپنانے کا طریقہ بتاتا ہے کہ محبت غلط ہے یا صحیح۔" منال کے الفاظ پر شاہ میر کو سمجھ نہیں آئی وہ کیا بولے۔

"میں نے سنا ہے لاہور بے وفاؤں کا شہر ہے یہاں ہمیشہ دل ٹوٹتے ہیں۔"

منال نے بادشاہی مسجد پر نظریں جمائے کہا۔

"منال کیا تم اس بے وفاؤں کے شہر میں ایک وفابھانے والے کا انتظار کر سکتی ہو؟؟؟" شاہ میر نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے پوچھا۔ منال چہرا جھکا کر مسکرا دی۔

"ہم آپ کا انتظار نہیں اعتبار کریں گے۔" منال نے جواب دیا۔
"تم کہنا چاہی ہو کہ تم میرا انتظار نہیں کرو گی؟" شاہ میر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "اعتبار کے بغیر انتظار کچھ بھی نہیں ہے سب سے ضروری اعتبار ہے اور ہم آپ کو سب سے قیمتی چیز میں سے ایک دے رہے ہیں واللہ ہمارا اعتبار مت توڑیے گا۔" منال کے جواب پر شاہ میر کے قلب میں سکون کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"کبھی نہیں۔" شاہ میر نے مسکرا کر جواب دیا۔ اس پر رونق منظر میں کیا گیا وہ اظہار ان دو لوگوں کے لیے خوشگوار تھا۔ مگر کچھ اظہار زندگی کو ایک الگ موڑ پر لے جاتے ہیں۔ ایک ایسا موڑ جسکی کسی نے تمنانہ کی ہو۔ ناقابل بیان موڑ۔ لاہور کی وہ ہوائیں بادشاہی مسجد کی رونقیں وہ مسکراہٹیں کہیں پس پشت چلی گئی تھی وہ لڑکی جس نے کچی عمر میں محبت کر لی تھی دل سے اس شخص کا اعتبار کیا انتظار کیا مگر بے سود۔ آج چھ سال بعد وہ شخص اسکے سامنے

موجود تھا مگر کس لیے؟؟ جس لڑکی کو وہ انتظار اعتبار کی پٹیاں پڑھا گیا تھا اسکو
کسی اور سے منسلک ہوتا دیکھنے کے لیے؟؟

"شاہ میر۔۔۔" منال کے لیے شاہ میر سے نظریں ہٹانا مشکل ہو گیا۔ اس
نے ان سیاہ آنکھوں میں کچھ تلاشنے کی کوشش کی کوئی پچھتاوا کوئی رنج کوئی
ملا ل کوئی دکھ مگر وہ آنکھیں بے رنگ تھیں یا منال میں ابھی وہ آنکھیں
پڑھنے کا ہنر موجود نہیں تھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس بالوں کو نفاست سے
سیٹ کیے پرکشش مسکراہٹ چہرے پر سجائے گہری سیاہ آنکھوں والا وہ مرد
بے انتاہا حسین تھا۔ وہ منال کو ہمیشہ اتنا ہی حسین لگتا تھا مگر بلا شعبہ ہر دیکھنے
والی آنکھ اسکی عاشق ہو جاتی تھی۔

"ایک انگریز پچو لیشنز منال۔" گہرا گھمبیر لہجہ اس کے حسن سے میل کھاتا تھا۔
"کھینکس۔" منال نے کافی جدوجہد کے بعد نظریں اس کے چہرے سے ہٹائی
اور مسکرا نے کی کوشش کی جواب اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔
"کافی جلدی نہیں کر دی دوست کی منگنی میں شرکت کرنے کے لیے۔"
از لان نے شکوہ کیا۔

"بس یار تھوڑا مصروف تھا۔" شاہ میر نے ہلکی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"جی جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب کو آئے ایک ہفتہ ہو گیا ہے اور آج مصروفیت ختم ہو رہی ہے۔" از لان نے خفگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ابھی پہلی پہلی منگنی ہے دوسری میں جلدی آ جاؤں گا۔" شاہ میر نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اوو بھائی تازہ تازہ منگنی ہوئی ہے کیوں یہیں ذلیل کروانے لگے ہو۔" از لان گلا کھنگارتے ہوئے بولا۔ "اچھا چھوڑو بیٹھو تو تصویر لیتے ہیں ایک اچھی سی۔"

از لان منال کے قریب بیٹھ گیا۔ شاہ میر کے چہرے پر سایا لہرایا چند لمحوں کے لیے بس چند لمحوں کے لیے اسکے چہرے پر کچھ بدلاتھا۔ شاہ میر از لان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ کیمرامین نے آکر تصویریں لینا شروع کی۔ "سائیل پلینز۔" کیمرامین نے منال کو متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

کس کو؟؟ منال؟؟ مگر وہ تو وہاں موجود ہی نہ تھی۔ کیا وہاں ایسا کوئی شخص نہ تھا جو وہاں موجود لوگوں کو بتاتا کہ منال حیات خان آج کے لیے کم از کم آج مسکرا نا نہایت مشکل کام ہے۔

چند دن قبل کی وہ ملاقات منال کے ذہن کے پردوں پر موجود تھی۔

وہ ہچکچاتے ہکلاتے اٹکتے زینب کو اپنی داستان سنارہی تھی۔ کچھ حادثات برداشت کرنے سے زیادہ بیان کرنے مشکل ہوتے ہیں۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا منال؟؟؟" زینب نے حیرت سے پوچھا۔ منال نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ اس سوال کا جواب اسکے پاس موجود نہ تھا۔
"ہمیں نہیں پتا ہمیں اب بس یہ بتاؤ کہ ہم بھلا گھر والوں کو کیسے بتائیں؟؟؟"
منال نے امید سے اسکی جانب دیکھا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو؟؟؟ کیا بتاؤ گی کھر والوں کو؟؟؟ کہ تم ایک ایسے بندے سے شادی کر اچا ہتی ہو جس نے چار پانچ سال پہلے کہا تم سے شادی کرے گا اور اسکے بعد مڑ کر بھی نہیں دیکھا؟؟؟ یہ بتاؤ گی؟؟؟" زینب کی صاف گوئی سے منال کا دل دکھا تھا۔

"مگر ماماں جائیں گیں ہمیں یقین ہے شاید وہ لوگ خود شاہ میر سے بات کر لیں۔" منال نے زینب سے زیادہ خود کو تسلی دلاتے ہوئے کہا۔
"منال کیا اس کے بعد شاہ میر بھائی نے تم سے کوئی رابطہ کیا؟؟؟"
"نہیں۔"

"حالانکہ وہ کر سکتے تھے۔"

"ان باتوں کا کیا مطلب ہے۔" منال نے جھنجھلا کر کہا۔

"منال میری بات سنو۔" زینب نے سنجیدگی سے کہا۔

"محبت میں خاموشی ہمیشہ عورت کا مقدر ہوتی ہے۔ اگر مرد خاموشی اختیار کر لے تو یہ اسکے راستہ بدلنے کی نشانی ہوتی ہے۔" زینب کی بات پر منال کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ کیا مطلب؟؟ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟؟ تب منال کی سمجھ میں نہ آیا۔ آج منال کی سمجھ میں آیا تھا۔ وہ مرد تھا اسکے پاس طاقت تھی اجازت تھی مگر اسکے باوجود اس نے خاموشی اختیار کی۔ محبت میں اقدامات کے لیے عورت ذات سے پہل کی امید کرنے والے مردوں کو۔۔۔
مردوں کی فہرست میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔
منال نے بجھے دل کے ساتھ مسکرا نے کی کوشش کی۔

اگلے چند دن خاموشی کی نظر ہوئے۔ منال کے دل و دماغ میں ایک جنگ جاری تھی۔

شاید کوئی مسئلہ ہو ہمیں پوچھنا چاہیے شاہ میر سے؟؟
مگر اتنا عرصہ ہو گیا وہ پہلے بھی بات کر سکتے تھے؟؟
شاید ان نے ہمارے ساتھ کوئی گھٹیا قسم کا مزاق کیا ہو؟؟
شاید اتنے عرصے میں انکی پسند تبدیل ہو گئی ہو؟؟

دماغ ہمیشہ سخت اور کڑوی حقیقت سامنے لاتا ہے۔

شاید ہماری غلطی ہے؟؟

ہمیں گھر میں کسی سے بات کرنی چاہیے تھی۔

شاید وہ ہمیں قصور وار سمجھ رہے ہوں؟؟

دل ہمیشہ محبوب کے عیب ڈھانپ لینے کی سعی کرتا ہے پھر اسے اسکی اپنی ذات کے رنج و ملال سے فرق نہیں پڑتا۔

منال کارزلٹ آچکا تھا۔ ہاؤس جاب کے لیے اسے چند دنوں میں ہاسپٹل جانا تھا۔ اس نے از لان کو معلومات دے دی تھی کہ اسے کب سے اور کہاں جانا ہے۔ منال کو یہ جان کر کوئی حیرانی نہ ہوئی تھی کہ اسکی ہاؤس جاب شاہ میر کے والد کے ہسپتال میں ہونی تھی۔ بلکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسے حیرانی ہوتی۔ اکبر خانزادہ سے احمد کے کافی اچھے تعلقات تھے اور انکا ہسپتال شہر میں کافی شہرت کا حامل تھا۔

مگر منال کے پیروں تلے سے زمین تب صحیح معنوں میں نکل گئی جب وہاں کے ایک ڈاکٹر کے منہ سے اس نے سنا "یہ ہیں ڈاکٹر شاہ میر اکبر یہ آپ کے ساتھ ہی ہوں گے کوئی مشکل پیش آئے تو انہیں بتا دیجیے گا۔" منال چند لمحے شاک کی کیفیت میں رہی۔ اسکے مطابق شاہ میر اپنی سپیشلائزیشن کے

بعد لوٹنے والا تھا اور ایسا ہی تھا شاہ میر ان پانچ سالوں میں دبئی میں ہی ہاؤس
جواب اور سپیشلائزیشن مکمل کر کے آیا تھا۔ منال کو بے اختیار اپنے یہاں
آنے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔

شاہ میر کے ساتھ اگرچہ کام کرنا بہت مشکل تھا مگر منال حد درجہ خود کو
سمجھانے کی کوشش کرتی تھی۔

منال کے لیے یہ حیران کن بات تھی کہ اسکے ساتھ بے وفائی کرنے پر
منال کو جو برتاؤ کرنا چاہیے تھا شاہ میر ویسا برتاؤ منال کے ساتھ اختیار کیے
ہوئے تھا۔ شاہ میر کی منال سے سرد مہری کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔
"ڈاکٹر شاہ میر اور تمہارے بیچ کوئی پرابلیم ہے؟؟" ایک دن بشرانے منال
سے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟؟؟ کیسا پرابلیم؟؟؟"

"یہ تو تمہیں پتا ہوگا عجیب اکھڑے اکھڑے رہتے ہیں خصوصاً تم سے
حالانکہ وہ تمہارے فیملی فرینڈ ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ سب کے ساتھ ایسے ہی ہیں۔"

"ہاں شاید ایسا ہی ہو میں نے غور نہ کیا ہو۔"

کچھ منال کے لمحے اور چہرے کے رنگ نے بشر اکو مزید سوال کرنے سے روک دیا۔

"آپ کو ہم سے پر اہلم کیا ہے آج بتادیں ہمیں؟؟"

منال سرخ چہرہ لیے شاہ میر کے سامنے کھڑی تھی۔ چند لمحے قبل منال کی کسی غلطی پر شاہ میر نے سب کے سامنے اسے بری طرح جھڑکا تھا۔ منال شاہ میر کی بہت سے تلخ باتوں پر بھی خاموش ہو جایا کرتی تھی۔ وہ شاہ میر سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتی تھی مگر آج سب کے سامنے یوں منال کی بے عزتی کرنے پر منال دل برداشتا ہو گئی۔

"مجھے تم سے کوئی پر اہلم نہیں ہے۔" شاہ میر نے فائیل کی ورق گردانی

کرتے ہوئے سرسری سی نظر منال پر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا پر اہلم نہیں ہے تو کیوں ہر وقت ہمیں یوں ہر کسی کے سامنے ذلیل کرتے رہتے ہیں اگر ہم خاموش ہو جاتے ہیں تو اسکا ہر گز مطلب نہیں ہے کے آپ پہلے سے زیادہ بے عزت کریں ہمیں۔" آج منال کا غصہ سوا

نیزے پر پہنچا ہوا تھا۔

"بیٹھو منال۔" شاہ میر نے فائیل بند کرتے ہوئے کہا۔ منال ایسے ہی کھڑی رہی۔ "تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں صرف تمہیں پائنٹ آؤٹ کرتا ہوں حالانکہ میں سب کو یوں ہی کہتا ہوں۔" شاہ میر نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "کرتے ہوں گے ہر کسی سے یوں ہی بات مگر منال حیات خان کے ساتھ نہیں کر سکتے آج کے بعد ہمارے ساتھ اس لہجے میں کسی کے سامنے بات کرنے کی جرات مت کیجیے گا۔" منال کا یہ لہجہ شاہ میر پہلی بار سن رہا تھا چند لمحے کے لیے شاہ میر مرعوب ہو گیا۔ "ٹھیک ہے آئی ایم سوری۔" شاہ میر نے اتنے پرسکون لہجے میں کہا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔ بہت عرصے بعد منال کو اس میں پہلے سے شاہ میر کی جھلک دکھی تھی۔

"کیسے کر لیتے ہیں آپ؟؟ یوں پرسکون رہ کر جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو؟؟"

منال کو شاہ میر کے پرسکون ہونے نے کچھ اور برہم کیا تھا۔ "کتنے روپ ہیں آپ کے آخر؟؟ کبھی محبت کا اظہار کرتے ہیں کبھی نیچ راستے میں چھوڑ جاتے ہیں کبھی انجان بن جاتے ہیں اور کبھی یوں پرسکون رہتے ہیں جیسے۔۔۔۔۔ جیسے۔۔۔۔۔" منال کو خیال آیا کہ انجانے میں وہ وہی گلا کر بیٹھی تھی جو اسے نہیں کرنا تھا۔ شاہ میر چند لمحے خاموش رہا۔ یوں جیسے اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بیچ راستے میں چھوڑ جانا؟؟ میں نے۔۔۔ میں نے تمہیں بیچ راستے میں
چھوڑ دیا؟؟"

"ہم جارہے ہیں مگر یاد رکھیے گا۔۔۔"

"بیٹھو منال۔۔۔"

شاہ میر نے سنجیدگی سے کہا۔ منال کھڑی رہی۔ "میں کہہ رہا ہوں بیٹھو اور
بیٹھ کر بات کرو۔"

منال خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اتنے عرصے سے جو سوال منال کو کھائے جا
رہے تھے آج انکا جواب لینے کا وقت آ گیا تھا۔

"اب بولو کیا کہہ رہی تھی تم۔ کس نے بیچ راستے میں چھوڑ دیا؟؟" شاہ میر
نے حد درجہ سنجیدگی سے پوچھا۔
"آپ نے۔"

منال نے سادگی سے جواب دیا۔ منال کو محسوس ہوا اسکے گالوں پر پانی بہہ رہا
ہے۔ اس نے بے دری سے اپنی آنکھوں کو رگڑا۔ اسے رونا نہیں تھا۔۔۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہ تمہیں بیچ راستے میں میں نے چھوڑ دیا؟؟"

شاہ میر کے سوال پر منال کو حیرانی ہوئی تھی۔

"آپ نے پانچ سال تک کوئی رابطہ نہیں کیا۔۔۔ پانچ سال شاہ میر۔۔ پانچ سال کم نہیں ہوتے۔"

منال کا غصہ ختم ہو چکا تھا اب وہ کھل کر پر سکون ہو کر بات کرنا چاہتی تھی۔
"رابطہ نہ کرنے کا مطلب ہے میں نے تمہیں بیچ راستے میں چھوڑ دیا؟؟؟"
شاہ میر نے پھر سے سوال کیا۔

منال کی سمجھ میں نہ آیا وہ کیا کہے۔ "رابطہ نہ کرنا ضروری نہیں تھا آپ کا ساتھ ضروری تھا۔ آپ ایک بار رابطہ کر کے کہہ دیتے کہ آپ کوئی قدم اٹھائیں گے تو ہم پر سکون ہو جاتے۔" منال نے گیلی آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

شاہ میر نے بے اختیار نظریں چرائی۔ "محبتیں ساتھ کی محتاج نہیں ہوتی منال۔" شاہ میر کے جواب نے منال کو لا جواب کر دیا تھا۔ وہ چند لمحے کچھ بول ہی نہ سکی۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا تم انتظار کرو گی تم نے کہا تھا انتظار ہر کوئی کر لیتا ہے تو پھر یہ تمہارے لیے اتنا مشکل کیوں تھا؟؟؟" منال خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔ شاہ میر کے الفاظ منال کو احساسِ شرمندگی میں مبتلا کر رہے تھے۔ "تم نے تو کہا تھا تم میرا اعتبار کرو گی مگر تم تو وہ بھی نہ کر کسی۔" شاہ میر عجیب تلخ لہجے میں مسکرایا۔ شاہ میر کے الفاظ نے منال کو

زمیں بوس کر دیا تھا۔ کتنے آرام سے شاہ میر نے سارا ملبہ منال پر گرا دیا تھا۔
"میرے تلخ لہجے کا مقصد یہی ہے جو ہوا اسے بھول جاؤ تم کسی اور سے منسلک
ہو چکی ہو ہم دونوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم حالات کو قبول کریں اور
ایک دوسرے کو بھول جائیں۔" منال کے اندر کچھ بہت زور سے ٹوٹا تھا۔
آنسوؤں تھم گئے تھے۔

کیا اتنا آسان تھا بھولنا؟؟ منال حیات خان جسے اپنی ذات پر بڑا زعم تھا کیا
اسے بھول جانا اتنا آسان تھا؟؟ منال بوجھل دل کے ساتھ وہاں سے آئی۔

اگلے چند ہفتے منال کسی خلا میں سفر کرتی رہی۔ اسکے ارد گرد کیا ہو رہا تھا اسے
کچھ معلوم نہ تھا۔ احساس ندامت کی وجہ سے منال شاہ میر کا سامنا نہیں کر
سکتی تھی۔ اسکے وہ چند دن گھر میں خاموشی سے گزار گئے۔

منال حیات خان شاہ میر اکبر کو بھلانے کے لیے صبح شام اسے یاد کرتی تھی۔
اس نے جس شخص کو بھلانے کا فیصلہ کیا تھا بے اختیار اسے اس شخص سے
عشق ہو گیا تھا۔ صبح شام اسے سوچنا اسکو تصور کرنا منال کا معمول بن چکا
تھا۔ از لان سے منال ہمیشہ مسکرا کر بات کرتی کیوں کہ ہر جگہ ہر موقع پر
ہر بات میں منال کے خیال میں شاہ میر ہوتا۔

محبوب خیال میں بھی ہو تو دنیا حسین لگتی ہے۔

منال معمول کے مطابق زندگی گزار رہی تھی مگر اسکے اندر کتنا کچھ بدل چکا تھا یہ بس وہی جانتی تھی۔ وہ اب سنجیدہ رہنے لگی تھی یہ بات سب نے محسوس کی تھی۔ "کچھ نہیں بس جاب کا برڈن بہت زیادہ ہے اس وجہ سے شاید۔" منال ہر بار اپنی سنجیدگی کی یہی وجہ پیش کرتی۔

زندگی دگنی رفتار سے چلنے لگی تھی۔ اسکے ارد گرد ہر چیز جیسے بھاگ رہی تھی بس ایک وہ تھی جو آج بھی تین سال بعد بھی اسی مقام پر کھڑی تھی۔

"کل خالد اور انیشہ آرہے ہیں چند دن یہیں رہیں گے وہ دونوں۔" احمد نے کھانے کی ٹیبل پر موجود سب کو آگاہ کیا۔

"واقعہ؟ کتنا عرصہ ہو گیا انیشہ سے ملاقات نہیں ہوئی ہیں نا؟؟؟" زینب منال کی جانب مڑ کر بولی۔ منال نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

"انیشہ کون؟؟؟" وقار نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔

"خالد کی بیٹی ہے۔"

"خالد کون؟؟؟" وقار نے پھر پوچھا۔

"اف ہو دو دوست ہے میرا لاہور والا۔" احمد نے جھنجھلاہٹ سے جواب دیا۔

"او واچھا صحیح مگر انکی بیٹی کا یہاں کیا کام؟؟؟"

"بھائی آپ آرمی میں ہیں اور ہر بات میں نفیثش پولیس والوں کی طرح شروع کر دیتے ہیں۔" از لان نے جواب دیا۔

"نہیں میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔" وقار نے پرسکون لہجے میں کہا۔

اگلے دن انیشہ خالد کے ساتھ انکے گھر آئی تھی۔ وقار گھر میں موجود نہ تھا۔ از لان آفس میں تھا جبکہ منال ہاسپٹل تھی۔

"اففف انیشہ کتنے عرصے بعد مل رہے ہیں ہم۔" زینب خوشی سے چمکتے ہوئے بولی۔ "جاؤ بیٹا انیشا کو کمرے میں لے جاؤ آرام کر لے کچھ دیر۔" احمد نے کہا تو وہ دونوں اوپر کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ شام کے وقت منال بھی آگئی تھی۔

"منال تم تو کچھ زیادہ ہی میچور نہیں ہو گئی۔" وہ تینوں لان میں تھی جب انیشہ نے منال سے کہا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہ ہم میچور ہو گئے ہیں دیکھو ہم تو ویسے ہی ہیں ہستے مسکراتے۔" منال نے معصومیت سے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ انیشہ مسکرائی۔ وہ لوگ لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

"زینب ذرا یہاں آنا۔" زربینہ کی آواز پر زینب اندر کی جانب چلی گئی۔
"چلو ہم بھی چلتے ہیں اندر۔" منال نے کہا تو وہ دونوں اندر کی جانب بڑھی
کے انیشہ کا موبائل بجا۔

"تم چلو ایک ضروری کال ہے میں سن کر آتی ہوں۔"
انیشہ نے کہا تو منال اندر چلی گئی۔ انیشہ کال پر پات کرنے کے بعد موبائل پر
مصروف تھی کہ وقار گیٹ سے داخل ہوا۔ اندر آتے ہی اسکی پہلی نظر
سامنے کھڑی لڑکی پر پڑی۔ اسکے سیاہ سیدھے بال کمر پر جھول رہے تھے چند
لٹیں بار بار اسکے چہرے پر آتیں جنہیں وہ کان کے پیچھے کر دیتی۔ گھنی سیاہ
پلکیں اسکی سرمئی آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے تھی۔ وقار اس منظر میں کہیں
کھو گیا تھا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر خود پر سنجیدگی طاری کرتا اسکی جانب
بڑھا۔

"السلام وعلیکم۔" وقار نے کہا تو انیشہ نے نظریں اٹھا کر وقار کو دیکھا۔
"وعلیکم السلام۔" انیشہ نے جواب دیا۔
"جی آپ کا تعرف؟؟؟" وقار نے پوچھا تو انیشہ کو سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا
کہے۔

"میں احمد انکل کے دوست کی بیٹی۔۔۔"

"میں نے آپ کا تعرف پوچھا ہے۔" وقار نے انیشہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا
تو انیشہ کو سمجھ نہ آیا وہ مزاق کر رہا ہے سنجیدہ ہے یا غصہ ہے؟؟

"جی میرا نام انیشہ ہے۔" انیشہ نے جواب دیا۔

"کہاں سے آئی ہو؟؟؟"

"لاہور سے۔"

"کیا کرتی ہو؟؟؟"

"ڈراماٹو لو جسٹ ہوں۔"

"اسی لیے اتنی حسین ہو۔" وقار کے تبصرے پر انیشہ چند لمحے حیران سی
اسے دیکھتی رہی۔

"اندر چلیں۔" وقار نے گلا کھنگار کر بات ٹالنی چاہی۔

"آپ نے یہ سب پوچھا کیوں؟؟؟" انیشہ نے خفگی سے پوچھا۔

"ضروری تھا۔" وقار نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟؟؟"

"جب امی کو آپ کے بارے میں بتاؤں گا تو تھوڑی ڈیٹیل بھی دینی پڑے گی

اب یہ تو میں کہہ نہیں سکتا کہ لان میں مجھے ایک لڑکی نظر آئی جو مجھے پسند آ

گئی ہے۔" وقار اتنی سنجیدگی سے بولا کہ انیشہ کو بات سمجھنے میں دقت

ہوئی۔ جب اسے سمجھ آئی تو اس کے لب وا ہوئے۔ وقار مسکراتا ہوا اندر چلا گیا۔ انیشہ ابھی بھی کھڑی سوچ رہی تھی کہ وہ شخص کس قدر صاف گوئی سے اظہار کر گیا تھا۔

رات کھانے کی ٹیبل پر سب موجود تھے۔ منال انیشہ اور زینب کھانے کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کر رہی تھیں۔

"خالد یہ تو غلط بات ہے تم نے کہا تھا تم میرے گھر رکنے والے ہو۔" احمد نے کہا تو سب انکی جانب متوجہ ہو گئے۔

"میں نے کہا تھا اسلا مآباد میں رکنے والا ہوں تمہارے گھر نہیں۔" خالد نے مسکرا کر کہا۔

"آپ لوگ کہاں رکنے والے ہیں۔" وقار نے پوچھا۔

"شاہ میر کے گھر اسکی والدہ انیشہ کو کافی عرصے سے بلارہی ہیں تو سوچالے چلوں اسے بھی۔" خالد نے بتایا۔

"کیا مطلب انیشہ تم ہمارے ساتھ نہیں رکنے والی؟؟" منال نے پوچھا۔

"نہیں خالہ کے گھر جاؤں گی۔" انیشہ نے وقار کی نظروں سے الجھتے ہوئے

جواب دیا۔

"دیٹس ناٹ فیر۔" منال نے حنفی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں تم مجھے اپنا اسلا آباد گھمانے چلو گی نا۔" انیشہ نے پوچھا تو منال نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

وہ لوگ چلے گئے تو وقار احمد کے کمرے میں آیا۔

"السلام وعلیکم۔" وقار نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام بیٹا آؤ۔" تحریم نے کہا تو وقار انکے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ از لان دروازے پر نمودار ہوا۔

"میرے بغیر یہاں کیا ہو رہا ہے؟؟" از لان کمرے میں داخل ہوتے ہوئے

بولا۔ "تمہارے بغیر سکون کے دوپل بتا رہے ہیں۔" وقار نے بد مزہ ہو کر

کہا۔

"لیکن اب وہ بھی نصیب نہیں ہوں گے۔" از لان بتیسی دکھاتے ہوئے

وقار کے قریب بیٹھ گیا۔

"ابو امی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" وقار نے کہا تو وہ دونوں متوجہ

ہو گئے۔ "بھائی میری شادی کی بات کرنے آئے ہیں نا؟؟" از لان ایک

بار پھر بتیسی نکالتے ہوئے وقار کے کان میں بولا۔

"جی بچے بولو۔" احمد نے کہا۔

"ابو ازلان شادی کے لیے بہت تڑپ رہا ہے اسکا کہنا ہے اتنا عرصہ ہو گیا ہے اب شادی کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے۔" وقار کے سنجیدگی سے کہنے پر ازلان اچھل پڑا۔ "لا حول والہ قوت بھائی میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

ازلان نے کہا تو وقار مسکراتے ہوئے ازلان کی جانب مڑا۔
"بس نکل گئی ہوا؟؟؟" وقار کے کہنے پر ازلان تپ گیا۔

"ابو یہ جھوٹ بول رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔" ازلان احمد سے مخاطب ہوا۔

"اگر ایسی بات ہے تو بتاؤ ہم ضرور اس بارے میں سوچیں گے۔" احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابو وہ ایسا کچھ نہیں ہے۔" ازلان نے احتجاج کیا۔

"کیوں میرے بچے کے پیچھے پڑ گئے ہیں تم بولو وقار کیا بات ہے؟؟؟" تحریم کے کہنے پر وقار سنجیدہ ہوا۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وقار کے کہنے پر سب چند پل خاموش رہے۔

"اچھی بات ہے آخر تمہاری بھی عمر ہو گئی ہے۔" احمد نے کہا۔

"کوئی لڑکی ہے تمہاری نظر میں؟؟؟" احمد نے پوچھا۔

"جی ابو میں انیشہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وقار کی بات پر سب ہکا بکا اسے دیکھ رہے تھے۔

"یہ اچانک فیصلہ ہوا ہے یا۔۔۔" احمد نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ از لان تو مانو غش کھا کر گرنے والا تھا۔

"پہلے ایسا ارادہ نہیں تھا آج ہی ہوا ہے۔" وقار کی صاف گوئی ہر کسی کو خاموش رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ از لان خوشی اور حیرت سے ملے جلے تاثرات سے گفتگو سن رہا تھا۔ "بیٹا ایسے اچانک فیصلہ لے لیا ہمیں تو ہی بھی نہیں معلوم کے اس بچی کی پہلے سے کہیں بات طے تو نہیں ہے۔" تحریم نے کہا تو احمد نے ہامی بھری۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" وقار بولا۔

"تمہیں کیسے پتا؟؟؟" احمد نے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آج میں نے اس سے بات کی تھی اگر ایسی بات ہوتی تو وہ بتا دیتی۔"

اور یہ پھٹا تھا سب کے سروں پر بم۔

"کیا کہا ہے وقار تم نے اس سے؟؟؟" احمد نے حد درجہ سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کے میں اسے پسند کرتا ہوں۔" وقار نے کہا تو از لان کا قمقمہ بلند ہوا۔

"اوووو بھائی آپ نے پہلی نظر میں اظہار ہی کر دیا۔" از لان کی ہسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"خاموش رہو از لان۔" احمد نے کہا تو از لان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش کی۔

"انیشہ نے کیا جواب دیا؟؟؟" احمد اب کے کچھ زیادہ سنجیدہ ہو گئے تھے۔
"کچھ نہیں بولی وہ۔"

"تو اسکا یہ مطلب کیسے ہوا کے وہ راضی ہے؟"

"ابو آپ کو نہیں پتا لڑکی کی خاموشی اسکی ہاں ہوتی ہی۔" وقار یہ کہتے ہوئے احمد کو کوئی چھوٹا بچہ معلوم ہوا تھا۔ از لان کے ساتھ اب احمد کی بھی ہنس پڑے تھے۔

"اس میں سننے کی کیا بات ہے؟؟؟" وقار نے سب کو ہستے دیکھ کر پوچھا۔

"بچے میں تمہیں اس قدر بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔" احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟؟؟" وقار نے بھنومیں سکیرتے ہوئے پوچھا۔

"بیٹا خاموشی کا مطلب ہاں ہی نہیں ہوتا کیا پتا وہ بچی تمہارے بارے میں

کیسے خیالات قائم کر رہی ہو گی تمہیں پہلے ہم سے بات کرنی چاہیے تھی۔"

احمد نے کہا تو وقار کچھ الجھ گیا۔

"چلو میں خالد سے بات کروں گا مجھے امید ہے وہ مان جائے گا اور پر سکون رہو بر خور دار اسکی کہیں اور بات طے نہیں ہوئی۔" احمد کے کہنے پر وقار کے چہرے پر مطمئن مسکراہٹ آگئی۔

"اوہ میرے بھیا کیا کمال ہیں آپ ڈائریکٹ پر وپوز کر دیا۔" از لان باہر آ کر وقار کو چھیڑتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا اب؟؟؟" وقار کو خاموش دیکھ کر از لان نے پوچھا۔
"کہیں واقع وہ مجھے کوئی لوفر تو نہیں سمجھ رہی ہو گی ناں؟؟؟" وقار نے معصومیت سے پوچھا۔

"اوو خدا یا میرا بھائی مجنوں بن گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ انیشہ سے آج ہی ملیں ہیں سچ بتائیں بھائی کوئی اور چکر تو نہیں ہے؟؟؟" از لان نے مشکوک نظروں سے وقار کو دیکھا۔

"تم بہت برے ہو از لان۔" وقار یہ کہہ کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔
از لان ابھی بھی اپنی ہسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں چلتا ہوں اور از لان تم آج چھٹی کرنے والے ہو مگر شام میں ضرور آنا کچھ کام ہے۔" احمد ناشتے کی ٹیبل سے اٹھتے ہوئے بولے۔

"جی ابو آ جاؤں گا۔" از لان نے جواب دیا۔ احمد جواب سن کر باہر کی جانب چل پڑے۔ چند پل سب خاموشی سے ناشتے میں مصروف رہے۔ چند منٹ بعد وقار نے سرخ چہرے سے چائے کی پیالی اتنی زور سے ٹیبل پر رکھی کہ سب ڈر گئے۔

"کیا مسئلہ ہے تم دونوں کو؟" وقار منال اور زینب کو دیکھتے ہوئے بولا۔
"کچھ نہیں بھائی۔" منال نے سرخ چہرے سے جواب دیا۔ زینب دو بٹہ منہ پر رکھے چہرہ اچھپا رہی تھی۔

"پھر کیوں دیکھ کر کھی کھی کر رہی ہوں تم دونوں مسلسل۔" وقار کے کہنے پر دونوں کی ہسی نکلی تھی۔

"کچھ نہیں بھائی ہم کچھ اور بات کر رہی تھی۔" زینب نے جواب دیا۔
"کیا ہوا بچے وہ مسکرا رہی ہیں تو مسکرا نے دو۔" تحریم نے وقار کو ٹوکتے ہوئے کہا۔ "میں کچھ نہ کہتا اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ انکی بی بی سی نیوز رپورٹر کل رات انہیں تازہ مریج مثالہ لگا کر خبر نہیں دے کر آئی۔" اب کی بار

وقار نے از لان کو دیکھا جو چہرا جھکائے مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا بات ہو رہی ہے بیٹا؟؟؟" زربینہ نے پوچھا۔

"بعد میں بتاتی ہوں۔" تحریم نے مسکرا کر کہا۔

"بھائی کیا سچ میں آپ نے پروپوز کر دیا انیشہ کو؟؟؟" زربینہ نے پوچھا۔

"وہ بھی پہلی نظر میں مطلب واقع پہلی ہی نظر میں؟؟؟" منال نے بھی اپنا

حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔ از لان خاموشی سے مسکراتے ہوئے ناشتے میں

مصرف رہا۔

"امی ان دونوں کو بلکے تینوں کو سمجھا دیں کہ یہ بڑے ہو جائیں اب عجیب

بچوں والی حرکتیں ہیں انکی۔" وقار کہہ کر اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

پیچھے اسے منال زربینہ اور از لان کا مقہاسنائی دیا تھا جسے وہ بچارے پتا نہیں

کب سے ضبط کیے بیٹھے تھے۔

دو دن بعد احمد نے خالد اور انیشہ کو کھانے پر دعوت دی۔ کھانے کے بعد

سب لوگ حال میں بیٹھے تھے۔ منال اور زربینہ انیشہ کو کمرے میں لے

آئیں۔

"کافی دیر نہیں ہو گئی بابا چل کیوں نہیں رہے۔" انیشہ نے کافی دیر بعد کہا۔
"ابھی کیسے جائیں ابھی تو بات بھی طے نہیں ہوئی۔" زینب کی زبان کو کہاں
بریک لگنے والی تھی۔

"کون سی بات؟؟؟" انیشہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"وہ نہ دراصل چچا جان خالد انکل سے تمہاری بات کرنے والے ہیں۔"
منال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسی بات؟؟؟" انیشہ کے دماغ میں سرخ بتیاں جل رہی تھیں۔

"ارے ارے ایک جوان خوب رو مرد کے والد ایک لڑکی کے والد سے
کیا بات کر سکتے ہیں۔" زینب نے بتیسی دکھاتے ہوئے کہا۔ انیشہ کا چہرہ اسفید
ہوا۔

"ک۔۔۔ک۔۔۔ کیا مطلب؟؟؟" انیشہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"ابو آپ کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں یا ربس وہی بات کر رہے ہیں۔" زینب
نے کمرے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

"سب تمہاری مرضی سے ہو گا انیشہ پریشان کیوں ہو رہی ہو اگر تمہیں
منظور نہ ہوا تم ہمیں بتا دینا کوئی مسئلہ نہیں۔" منال نے دوستانہ انداز میں
کہا۔

"تم لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟؟؟" انیشہ اب شرمندہ سی بولی۔
"چلو اب تو بتا دیاناں۔" منال نے جواب دیا۔
"چھٹھہ چھٹھہ اوپر آنا ذرا۔" زینب نے از لان کو بلاتے ہوئے کہا۔
"اسکا بھی کوئی سیدھا کام نہیں ہے ایسے کون بلاتا ہے بھائی کو۔" منال بولی۔
"بھائی کو نہیں یوں بولو ایسے کیوں بلارہی ہو میرے ان کو۔" زینب "ان"
پر زور دیتے بولی۔ زینب کی بات از لان نے سنی تھی۔
"کیوں تنگ کر رہی ہوں میری ان کو۔" از لان نے مسکراتے ہوئے اونچی
آواز میں کہا تو منال شرمندہ سی دوسری جانب مڑ گئی۔
"افف ہو ووا آپ چھوڑیں یہ بتائیں کیا بات ہو رہی ہے نیچے۔" زینب نے
دروازے سے دونوں پٹ اتنے کھلے تھے کہ بس اسکی گردن ہی باہر
تھی۔

"یہی کے بزنس کو طرقتی کیسے مل سکتی ہے۔" از لان کے جواب نے زینب کو
خاصا مایوس کیا۔

"اففف بھائی میں رشتے کی بات کر رہی ہوں۔"
"اففف میری بہن بات ہو گئی ہے خالد انکل کہہ رہے ہیں انیشہ بھابھی سے
پوچھ کر بتائیں گے۔" از لان نے جان کر ذرا اونچی آواز میں بھابھی کہا تھا۔

"یہ تمہارا کزن سڈکا ہوا ہے کیا؟؟؟" انیشہ کا چہرہ اثر مندگی سے سرخ ہو چکا تھا۔

"ہاں ایسا ہی ہے بچارا بچپن سے گھر والے علاج بھی نہیں کرواتے۔" منال نے بھڑاس نکالتے ہوئے کہا۔

"مطلب ڈن ہو گیا رشتہ؟؟؟" زینب نے خوشی سے پوچھا۔

"ایویں ڈن ہو گیا بھی تو ان نے کوئی جواب ہی نہیں دیا بھی وہ کچھ وقت بعد ہی بتائیں گے۔ انکو کمرے میں بیٹھے سب ڈن لگتا ہے ڈن ہو گیا رشتہ؟؟؟" ہاہاہاہا۔ "ازلان زینب کی نقل اتارتے ہوئے بولا۔

"بہت برے ہیں آپ ازلان بھائی اللہ کرے سیڑھیوں سے گر جائیں آپ۔" زینب نے انجانے میں کہا۔ ازلان زینب کی چڑانے کے لیے چلتے ہوئے پیچھے مڑا ہی تھا کہ سائیڈ پر پڑے بڑے سائیز گلدان کو دیکھ نہ سکا اور گر اسیدھا گل دان کے بیچونچ۔ "آئے آئے آئے۔" ازلان کی آواز سن کر زینب واپس باہر مڑی۔ ازلان کو گلدان سے اٹھتا دیکھ کر زینب کا ہس ہس کر برا حال ہو گیا۔ ازلان سفید رنگ کی قمیض پر مٹی جھاڑتے ہوئے غصے سے اٹھا۔

"بہت اچھا ہوا آپ کے ساتھ۔" زینب نے آواز لگائی اور دروازہ بند کر دیا۔

"بد تمیز جاہل۔" از لان کپڑے جھاڑتے ہوئے بولا۔

"کسی نے دیکھ تو نہیں لیا۔" از لان نے نیچے دائیں بائیں اچھے سے دیکھا اور مسکراتا ہوا نیچے کی جانب چل پڑا۔

دو دن بعد انیشہ اور خالد کے ساتھ اکبر خانزادہ اور شاہ میر کو بھی دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا گیا تھا۔ کھانے سے پہلے ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی۔

"ماشاء اللہ منال بچی کا کام بھی اچھا جا رہا ہے شادی کا کب تک کا پلین ہے؟؟"

کھانے کے دوران اکبر نے احمد سے پوچھا۔

"بس انشاء اللہ جلد ہی سوچ رہے ہیں۔" منال کے ہاتھ کھانا کھاتے ہوئے سست پڑے تھے۔ شاہ میر کی نظریں بے اختیار منال کی جانب اٹھیں تھیں۔

چند سیکنڈز میں ہی شاہ میر نے نظروں کا رخ موڑا اور از لان کو دیکھا۔

"بھائی ایسے نہ دیکھ شرم آرہی ہے۔" از لان کے کہنے پر شاہ میر کا پھوٹ پھوٹ کر ہسنے کو جی چاہا تھا۔

"تجھے کیوں شرم آرہی ہے؟؟" شاہ میر نے ہستے ہوئے پوچھا۔

"میری شادی کی بات ہو رہی ہے نا اس لیے۔" از لان نے ہستے ہوئے کہا

تو وہ دونوں ہسنے لگے۔

"کھانا کھاتے وقت تو یہ بتیسی بندر کھا کرو۔" وقار کی سنجیدہ آواز پر دونوں کی ہسی کو بریک لگی تھی۔ وہ دونوں گلا کھنگار کر کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ ہائے میری منال پرانی ہونے والی ہے۔" زینب کی دکھ بھری آواز آئی۔

"کوئی بات نہیں ہی بات کہنا کا موقع مجھے ملے گا نا۔" منال نے کہا۔

"واؤ منال تمہارے تو مزے ہیں جہاں سے ڈولی اٹھے گی وہیں بارات بھی آ جائے گی۔" انیشہ کی بات پر وہ دونوں کھسیانی ہسی ہسنے لگیں جبکہ منال انہیں خاموش رہنے کا کہہ رہی تھی۔ کھانے کے بعد احمد نے اکبر اور شاہ میر کی موجودگی میں انیشہ اور وقار کے رشتے کی بات کی جس پر کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ خالد کے مطابق انیشہ نے کہا تھا جیسا اسکے والد چاہیں گے وہی ہو گا سو رشتے میں کوئی حرج وہ تھا۔ وقار اور انیشہ کی بات پکی کی جا چکی تھی۔ از لان مٹھائی لیے منال کے کمرے میں آیا جہاں منال انیشہ اور زینب موجود تھی۔ "یہ لو وو میری بہنوں اور منال خوشی کی مٹھائی کھاؤ۔" از لان کی کہنے پر منال نے برا سامنہ بنایا۔ انیشہ منال کے تاثرات دیکھ کر ہنس پڑی۔

"تم لوگوں کی جوڑی میں ریورس والا سین ہے۔ از لان تمہیں چڑاتا ہے اور تم چڑتی ہو۔" انیشہ ہی کہہ کر ہسنے لگی۔

"فکر مت کرو تمہاری جوڑی میں نہیں ہوگا ایسا کوئی سین ایسا سنجیدہ بندہ ہے نا بھائی میرا لگ پتا جانا ہے تمہیں۔" زینب نے مٹھائی کھاتے ہوئے کہا۔
"ہااااا یہ تو تشویش ناک بات ہے تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے اس بات پر سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔" انیشہ نے مصنوعی تشویش کا اظہار کیا۔
"لیکن اب تو ہو گئی دیر یہ لو اسی خوشی میں مٹھائی کھاؤ۔" منال نے کہتے ہوئے مٹھائی انیشہ کو دی۔

"انیشہ تمہارے آنے سے منال بھی کافی سدھر گئی ہے ورنہ ہم تو گمنٹوں ترس جاتے ہیں اسکی باتیں سننے کو جیسے پہلے کرتی تھی۔" زینب نے کہا تو منال اور انیشہ دونوں سنجیدہ ہو گئیں۔

"اب تم مستقل اس گھر میں آؤ گی نا تو اسے بھی سدھار کر پہلے جیسا بنائیں گے ٹھیک؟؟" زینب نے ہستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" انیشہ نے بھی ہامی بھری۔ منال بس مسکرا کر رہ گئی۔

"زینب ذرا ادھر آنا۔" زرینہ کی آواز پر زینب باہر کی جانب چلی گئی۔

"کیا ہوا ہے منال تم کیوں اتنی بدل گئی ہو میں بھی جب آئی تھی تو میں نے نوٹ کیا تھا تم بدل گئی ہو۔" انیشہ نے پوچھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے بس کام کا سٹریس ہے۔" منال نے مسکرا کر کہا۔

"تم شاہ میر کی وجہ سے پریشان ہو؟؟؟" انیشہ کے پوچھنے پر منال نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "مجھے سب معلوم ہے منال تم مجھ سے شیر کر سکتی ہو۔" انیشہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں بھلا انکی وجہ سے کیوں پریشان ہوں گی۔" منال نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم از لان کے ساتھ رشتے پر خوش نہیں ہو منال؟؟؟" انیشہ نے پوچھا۔ اس نے منال کی ناک کو سرخ ہوتے اور اس کے ہونٹوں کو کپکپاتے دیکھا۔

بچھڑے ہوئے لوگوں کا دیک ذکر انسان کو بے حد تکلیف دیتا ہے۔
بچھڑے بھی وہ جو سامنے ہوں مگر بچھڑ چکے ہوں۔ "منال۔۔۔" انیشہ نے منال کو گلے لگایا تو منال کے آنسوؤں اسکی آنکھوں سے پھسلے۔ "منال میری جان کیا ہو گیا ہے؟؟ ریلیکس۔۔۔" انیشہ نے اسے دلاسا دیا۔

"منال از لان اچھا انسان ہے وہ تمہیں خوش رکھے گا۔" انیشہ نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ منال کے آنسوؤں کسی طور کم نہ ہو رہے تھے۔

ایک بار رو کر اب اسکے لیے خاموش ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ اکیلے جس غم سے لڑ رہی تھی آج صرف چند مخلص الفاظ نے اسے اس غم کو بانٹنے پر اکسایا تھا۔ اسکے غم کی پہلی داستان وہ آنسو تھے۔

"انیشہ یہ مشکل ہے یہ بہت مشکل ہے۔۔۔" وہ روتے ہوئے بولی۔
"کچھ بھی مشکل نہیں ہے میری جان از لان تم سے بہت محبت کرتا ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا یقین کرو۔" انیشہ سے اسکے آنسو برداشت نہ ہو رہے تھے۔ منال نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"ہمیں لگ رہا ہے ہم انہیں دھوکا دے رہے ہیں وہ یہ سب ڈیزرو نہیں کرتے وہ بہت اچھے ہیں واقع بہت اچھے ہیں مگر ہم خود کو کیسے سمجھائیں کہ شاہ میر نہیں ہے۔ ہمارے لیے کوئی بھی شاہ میر نہیں ہو سکتا۔ ہمارے لیے انکو بھلانا ممکن ہے انیشہ ہم روز اس احساس جرم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم نے غلط کیا سب ہماری غلطی ہی نہ ہم نے شاہ میر کا اعتبار کیا اور نہ از لان کے اعتبار پر پورا اترے۔ ہم کیسے کریں انیشہ بتاؤ ہمیں ہم کیسے اس شخص کو بھلیں کیسے اسے دل سے نکالیں۔ یا کیسے از لان کو اس دل میں جگہ دیں۔ تم ہمیں صرف ایک طریقہ بتا دو کہ ہم از لان سے محبت کرنے لگیں ہم کریں

گے ہم واقع کریں گے وہی حق رکھتے ہیں ہماری محبت کا مگر ہم یہ کر ہی نہیں
سکتے یہ ہمارے بس میں ہی نہیں ہے۔"

منال کارور و کر برا حال ہو گیا تھا۔ سالوں سے دل پہ جمی گرد و غبار آج یوں
رو کر وہ صاف کرنا چاہی تھی۔ انیشہ اب پریشان ہو گئی تھی۔ زینب نے
کمرے میں داخل ہوتے ہوئے منال کی بات سنی تھی۔ زینب کو منال کے
آنسوؤں تکلیف دے رہے تھے۔ کچھ احساس جرم میں زینب بھی مبتلا ہو رہی
تھی۔ کافی دیر بعد منال خاموش ہوئی تو وہ اٹھ کر واشروم میں چلی گئی۔ منہ
پر پانی کے چھینٹے مار کر اس نے خود کو پرسکون کیا۔ انیشہ اور زینب بالکل
خاموش بیٹھی تھی۔

"پرسوں گھومنے چلیں؟؟ اب ہماری باری ہم تمہیں اپنا اسلا مآباد دکھائیں
گے۔" منال نے مسکرا کر کہا تو انیشہ انکار نہ کر سکی تو مسکرا کر ہاں میں سر ہلا
دیا۔

"میں نہیں جا رہی بھائی بہت گھوم لیا اسلا مآباد میں نے۔" زینب نے ماحول
کو بد لنا چاہا۔ "تمہیں ہم کہہ بھی نہیں رہے ہم انیشہ کو لے کر جائیں گے
بس۔"

منال نے منہ کے زاویے بدلتے ہوئے کہا۔

"ہماری تو قدر ہی نہیں کسی کو۔" زینب نے رو ہانسہ ہو کر کہا۔

وہ دونوں اسلا آباد کی بہت سی جگہوں پر گھومنے کے بعد اب مونا لیسٹورنٹ میں موجود تھی۔

"بہت خوبصورت ہے بھئی اسلا آباد بھی داد دینی پڑے گی۔" انیشہ نے سینری کی تصویر لیتے ہوئے کہا۔ وہ لوگ ریسٹورینٹ کے دہانے پر کھڑی تھی جہاں کھائی سے بچنے کے لیے گرل لگی ہوئی تھی۔

"ہمارا شہر جو ہے۔" منال نے مسکرا کر کہا۔ انیشہ تصویر لینے میں مصروف تھی کہ اس کے موبائیل پر کال آئی۔

"جی جی آب آجائیں بس گھوم لیا ہم نے۔" انیشہ فون پر کسی سے کہہ رہی تھی۔

"ہاں آپ یہیں آجائیں پھر ساتھ چلیں گے۔" انیشہ نے کہہ کر کال کاٹ دی۔

"شاہ میر آ رہا ہے مجھے لینے تم بھی میرے ساتھ چلو وہ تمہیں ڈراپ کر دے گا۔" انیشہ نے بے دھیانی میں موبائیل پر دیکھتے کہا۔ منال کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"تم ہمارے ساتھ نہیں جا رہی؟؟؟" منال نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"نہیں آج بابا کے کسی ریلیٹیو کی طرف جانا ہے تو شاہ میر مجھے وہیں چھوڑ
دے گا۔" انیشہ نے کہہ کر منال کو دیکھا۔ منال نظریں جھکائے کھڑی
تھی۔

"منال۔۔" انیشہ نے اسے پکارا۔
"جی جی۔" منال فوراً اوپر مڑی۔
"تمہیں شاہ میر سے بات کرنی چاہیے۔" انیشہ نے کہا۔
"کس بارے میں؟"
"اپنے بارے میں۔"
"میں نے کی تھی۔"
"پھر۔"

"وہ کہتے ہیں ساری غلطی ہماری ہے ہم نے نہ انکا انتظار کیا نہ اعتبار۔" منال
تلخ لہجے میں ہنسی تھی۔

"یہ تم سے شاہ میر نے کہا ہے؟؟؟" انیشہ نے حیرت سے پوچھا۔ منال نے
ہاں میں سر ہلایا۔ "آئی کانت بلیواٹ۔ وہ ایسا کیسے کہہ سکتا ہے۔ وہ جھوٹ

بول رہا ہے منال وہ چاہتا تو بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ "انیشہ نے منال کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"ہم جانتے ہیں۔" منال نظریں جھکائے گرل پر رکھے ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔

"پھر بھی تم نے قبول کر لیا کہ تمہاری غلطی ہے؟؟" انیشہ نے خفگی سے کہا۔

"ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم ساری زندگی یہی سمجھتے رہیں کہ سب ہماری غلطی تھی۔" منال کے لمحے میں اداسی گھل گئی تھی۔ گلا کھنگارنے کی آواز پر دونوں پیچھے مڑی جہاں شاہ میر کالے رنگ کی شرٹ اور بلو جینز میں ملبوس کھڑا تھا۔ بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کیے ایک ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہ انکی جانب بڑھا۔ منال سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بلا کا پرکشش لگ رہا تھا۔ ایک ہاتھ پر مختلف قسم کے بینڈز آج بھی آٹھ سال پہلے کی طرح موجود تھے۔

کیا اس نے منال کی بات سن لی تھی؟؟ منال کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔

"اوہہ تم آگے چلو چلتے ہیں۔" انیشہ نے مسکرا کر کہا۔

"انیشہ تم گاڑی میں ویٹ کرو میں آتا ہوں۔" شاہ میر کی نظریں مسلسل منال پر تھیں جبکہ وہ انیشہ کو گاڑی کی چابی دے رہا تھا۔ منال نے چہرہ جھکا لیا۔ یقیناً وہ سب سن چکا تھا۔ انیشہ خود چاہتی تھی کہ وہ آپس میں بات کریں سو وہ خاموشی سے چابی تھام کر منال سے ملی اور چل پڑی۔ منال جانتی تھی شاہ میر اس سے بات کرے گا سو وہ خاموشی سے سامنے کے منظر کو دیکھتی رہی۔ آج سے تقریباً سات سال پہلے وہ ایسے ہی لاہور کے حویلی ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔ آج وہ منال میں موجود تھے۔ سات سال پہلے کیے گئے اس اظہار نے انکی زنگی کو کیسے کیسے درد دیے تھے۔

"منال۔۔۔" کافی دیر کی خاموشی کے بعد شاہ میر نے خاموشی کو توڑا۔ شاہ میر کی آواز پر منال نے آنکھیں زور سے میچیں تھیں۔ کتنا مشکل ہے جب محبوب سامنے ہو تو اسے نظر انداز کرنا کوئی منال سے پوچھے۔ وہ تو اسکی ایک پکار کو بھی نظر انداز نہیں کر پار ہی تھی۔

"بولیں۔۔۔" منال نے سپاٹ انداز میں کہا۔

"تمہیں مجھ سے کوئی گلہ ہے تو مجھے بتاؤ میں خاموشی سے سنوں گا دلیل دوں گا مگر خود کو یوں عزیت مت دو۔" شاہ میر کے لہجے میں عزیت منال نے محسوس کی تھی۔

"ہمیں کوئی گلہ نہیں ہے آپ سے۔" منال نے جڑبوں سے عاری لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تمہاری غلطی نہیں تھی میری غلطی تھی میں مانتا ہوں۔" شاہ میر نے کہا تو منال اسکی جانب مڑی۔ شاہ میر نے نظریں جھکالی۔

"ٹھیک ہے اور کچھ؟؟؟" منال کے جواب پر شاہ میر نے سر کو مزید جھکالیا۔ "محبت میں دھوکے نہیں سبق ملتے ہیں شاہ میر۔ ہمیں بھی مل گیا اب آکر آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی غلطی ہے۔ اب؟؟؟ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کی یہ بات ہمیں مزید تکلیف دے رہی ہے۔ اب جب اس سب کا فائدہ نہیں ہے تو کیوں دلیلیں دے رہے ہیں۔" منال کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔ "آپ بس ایک بات کا جواب دیں شاہ میر۔" منال کی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہو رہے تھے۔

"کیا یہ راستہ اتنا مشکل تھا آپ کے لیے؟؟؟" آنکھوں سے آنسوؤں پھسل کر اسکے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

"محبت کا راستہ ہمیشہ مشکل ہی ہوتا ہے مگر میرے لیے اسکی منزل اس سے بھی زیادہ بھیانک تھی۔" شاہ میر کے جواب پر منال کا دل ٹکڑوں میں ٹوٹا تھا۔

"بھیانک؟؟؟ آپ کے لیے محبت کی منزل بھیانک تھی؟؟؟ میرا کیا شاہ میر
میری کیا غلطی تھی؟؟؟ از لان کی کیا غلطی تھی بتائیں مجھے؟؟؟ آپ کو کیا لگتا
ہے یہ منزل میرے لیے حسین ہے؟؟؟ یہ میرے لیے عزیت ہے شاہ میر۔
آپ ہیں اس عزیت کے زمیندار۔ میں کیسے از لان کو قبول کروں جب میں
آپ کو ہی دل سے نہیں نکال پارہی۔ میں کیسے اس منزل کو پالینے پر خوش ہو
جاؤں جس میں آپ کا ساتھ نہیں ہے۔ میں خوش رہنا چاہتی ہوں از لان کے
ساتھ۔ میں ہر کوشش کرتی ہوں۔ مگر انجانے میں میں ہر بار از لان میں
آپ کو تلاش کرتی ہوں۔ ہر بار انہیں مسکرا کر دیکھتی ہوں کے شاید ان کے
چہرے میں مجھے آپ کا چہرہ دکھ جائے۔ کیا یہ عزیت نہیں ہے؟؟؟ کیا یہ
عزیت کافی نہیں ہے کے میں نے آپ کی محبت کا اتنا اعتبار کیا اور بدلے میں
مجھے کیا ملا؟؟؟" منال کا لہجہ بلند ہو گیا تھا۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی
تھی۔ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ کیا
عزیت سی عزیت تھی جو اس وقت وہاں کھڑے تین لوگوں کے دلوں میں
تھی۔ منال۔۔ جس کے لیے شاہ میر سب کچھ تھا مگر وہ اسے حاصل نہیں کر
سکی تھی۔ شاہ میر۔۔ جو سامنے کھڑی لڑکی کے دکھ پر عزیت میں مبتلا تھا۔
اور از لان جو سن و ساکت کھڑا تھا۔ اس کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔ وہ بے یقینی سے

سامنے کھڑے اپنے جان کے عزیز دوستوں کو دیکھ رہا تھا۔ از لان کسی
بز نس بار ٹنر کے ساتھ وہاں آیا تھا۔ واپسی پر اسے دور سے شاہ میر دکھائی دیا
تو وہ خوشی خوشی اس جانب آیا۔

اسے یہ بات سمجھنے کے لیے شاید ساری زندگی درکار تھی کہ وہ استعمال کیا گیا
تھا۔ دوستی کے ہاتھوں محبت کے ہاتھوں۔ وہ دو لوگ جن پر اس نے دنیا کے
ہر انسان سے زیادہ اعتبار کیا پیار کیا وہ اسکے سامنے کھڑے اسکی پیٹھ میں چھرا
گھونپنے کی داستان سن رہے تھے۔ "از لان۔۔۔۔۔" شاہ میر نے از لان کو
دکھا تو وہ شاک ہوا۔ منال نے چہرا اٹھایا تو وہ ساکت ہو گئی۔ از لان کے
چہرے کا رنگ بتا رہا تھا وہ سب جان چکا تھا۔

"تم کب آئے؟؟" شاہ میر نے اسکے قریب آتے پوچھا۔
"تبھی جب منال بیان کر رہی تھی کہ میں کتنا بے مول ہوں۔" از لان کی
مردہ آنکھیں منال پر اٹک کر رہ گئی تھی۔ از لان کے لمحے میں کتنا درد تھا شاہ
میر جانتا تھا۔ آخر وہ اسکا دوست تھا۔

"از لان گھر چلو ہم بات کرتے ہیں۔" شاہ میر نے اسے بازو سے پکڑ کے کہا
تو اس نے شاہ میر کو جھٹکے سے پرے دھکیلا۔

"زندگی کا سب سے کامیاب لمحہ وہ ہوتا ہے جب ایک دھوکہ باز دوست آپ کی زندگی سے نکل جائے۔ اسکے جانے پر رونا نہیں چاہیے بین نہیں کرنی چاہیے۔ بس فاتح پڑ دینی چاہیے۔" از لان نے شاہ میر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ از لان کی بات نے شاہ میر کے دل کو بے دردی سے پیروں تلے روندنا تھا۔ شاہ میر جانتا تھا از لان کتنی مشکل سی خود پر قابو پائے ہوئے ہے۔ وہ رونا چاہتا تھا بے تحاشہ رونا چاہتا تھا۔

"از لان۔۔" شاہ میر نے اسے ایک بار پھر بازو سے پکڑنا چاہا۔ "ٹھیک کہا تھا تم نے محبت میں دھوکے نہیں سبق ملتے ہیں مجھے بھی مل گیا۔ شکریہ منال حیات خان میری ذات کو اس قدر بے مول کرنے کے لیے۔ اس قدر گرانے کے لیے کہ تم میرے چہرے میں کسی اور کا چہرا تلاش کرتی ہو۔" از لان تلخی کے مسکرایا تھا۔ از لان کی آنکھوں میں آنسوؤں تھے۔ منال خاموشی سے سر جھکائے کھڑی رہی۔

"چل کر گاڑی میں بیٹھو۔" از لان نے منال سی کہا۔

"از لان ہم۔۔۔۔" منال نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں کہہ رہا ہوں خاموشی سے چل کر گاڑی میں بیٹھو۔" از لان غرایا تھا۔ منال کو از لان سے خوف آرہا تھا۔

"ازلان میری بات سنو اسے کچھ مت کہنا۔" شاہ میر نے کہا۔
"کیوں بہت تکلیف ہو رہی ہے تمہیں؟؟؟" ازلان کی آنکھیں تیش سے
سرخ ہو چکیں تھیں۔

"بے فکر رہو وہ تمہاری ہی ہے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"
ازلان نے سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھتے ہوئے کہا اور منال
کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔

کچھ آگے جا کر اس نے منال کی کلائی کو جھٹکے سے چھوڑا۔ ازلان گاڑی کا
فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گیا۔ منال خاموشی سے فرنٹ ڈور کا دروازہ کھول کر
بیٹھی تھی کہ ازلان بولا۔

"پیچھے بیٹھو۔" ازلان نے اتنے غصے سے کہا کہ منال کی آنکھوں سے
آنسو بہنے لگے۔

"ازلان پلیز ہماری بات تو سنیں۔" منال نے روتے ہوئے کہا۔
"پردے چہروں پر نہیں کرداروں پر ہوتے ہیں اور جب یہ پردے ہٹتے ہیں تو
خوبصورت سے خوبصورت چہرا بھی بد صورت لگتا ہے۔ میں اس وقت
تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اس لیے خاموشی سے اتر و اور پیچھے بیٹھو۔"
ازلان منال سے نظریں ہٹائے سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔ منال خاموشی سے

اتر کر پیچھے بیٹھ گئی۔ سارا راستہ خاموشی رہی۔ منال پریشانی سے ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔

"ازلان آپ پوری بات تو سنیں نا۔" منال نے کہا تو ازلان ہنوز خاموش رہا۔ اسکی آنکھیں آگ برسانے کو تیار تھیں۔

"ازلان ایسا کچھ نہیں۔۔۔" منال نے کچھ کہنا چاہا۔

"Can you please just shut up??"

ازلان اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ منال سہم گئی۔

"نہیں سننا چاہتا میں تمہاری کوئی بقوا اس۔ زہر لگ رہی ہو مجھے تم اور تمہاری آواز بلکل خاموش بیٹھو ورنہ واللہ میں گاڑی کہیں مار دوں گا۔" منال سہم کر بیٹھی آنسوؤں بہا رہی تھی۔ ازلان جس کرب سے گزر رہا تھا یہ منال نہیں جانتی تھی۔ وہ عزیت کس قدر دردناک تھی۔ ٹھکرائے جانے کی عزیت۔ ان لوگوں سے دھوکا کھانے کے عزیت جن سے اسے بے تحاشہ پیار تھا۔ ازلان اتنی تیزی سے گاڑی چلا رہا تھا کہ منال کو خوف محسوس ہو رہا تھا۔

گھر پہنچ کر ازلان بغیر کچھ کہے بغیر کچھ کہے اندر داخل ہو گیا اور گھر میں داخل ہو کر زینب کو دیکھے بغیر اتنی زور سے دروازہ بند کیا کہ زینب اچھل پڑی۔

"انکو کیا ہو گیا ہے؟؟" زینب نے بند کمرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ منال مردہ
قدم اٹھاتی گھر میں داخل ہوئی۔

"ارے ارے تم کس کے ساتھ آئی؟؟ بھائی کے ساتھ؟؟ چلو اچھا ہوا ابو کہہ
رہے تھے کہ بھائی کو ہی بولیں گے۔" زینب بے دھیانی میں کہتی جا رہی
تھی۔ منال جب اس کے قریب صوفے پر بیٹھی تو زینب نے اسے دیکھا۔
"منال۔۔ منال کیا ہوا ہے؟؟" زینب اسکی حالت پر پریشان ہو رہی تھی۔
"منال تم ٹھیک ہو؟؟ رکو میں پانی لاتی ہوں۔" زینب یہ کہہ کر کچن کی
جانب چلی گئی۔

زینب پانی لے کر لوٹی تو اس نے منال کو سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بچوں
کی طرح روتے دیکھا۔ چھناک سے از لان کے کمرے سے کچھ ٹوٹنے کی
آواز آئی تھی۔ زینب حیرانی اور پریشانی سے سب دیکھ رہی تھی۔
"منال کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ تو میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ گھر میں بھی کوئی نہیں
ہے پلینز کچھ بولو۔" زینب منال کا ہاتھ تھامے پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔
منال زینب کے گلے لگ کر مزید رونے لگی۔

"منال میری جان پلینز چپ ہو جاؤ۔"

"زینب از ان کو سب پتا چل گیا ہے۔ زینب پلیرا نہیں بتاؤ ہم نے انہیں دھوکہ نہیں دیا۔ انہیں بتاؤ کچھ بھی ہمارے بس میں نہیں تھا۔ ہم۔۔ ہم۔۔ نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔" منال ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

"اچھا تم خاموش ہو جاؤ پلیر کچھ نہیں ہوتا میں ان سے بات کروں گی ناں۔" زینب نے اسکی بیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ زینب کے لیے یہ کسی انہونی سے کم نہ تھا مگر اس وقت اسے منال کو سمجھانا تھا۔

ازلان نے کمرے میں جا کر پوری جان لگا کر دروازہ بند کیا تھا۔ وہ اپنے اندر لگی آگ کو ہر چیز پر نکالنا چاہتا تھا۔ اسکے بس میں ہوتا تو وہ دنیا کو درہم برہم کر دیتا۔ چند پل وہ سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا رہا۔ وہ اپنے بالوں کو پوری قوت سے کھینچے ہوئے تھا۔ آنسوؤں اسکے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

"شاہ میر نے ایسا کیوں کیا؟؟ وہ تو میرا دوست تھا۔ کتنا اعتبار تھا مجھے اس پر۔ اور منال میں تو خواب میں بھی اس تصور کو خود پر حرام سمجھتا تھا کہ کبھی وہ مجھے یوں دھوکا دے گی۔" بہت سے خیالات ازلان کے دماغ میں گردش کر رہے تھے۔ اسے کالج کے وہ دن یاد آئے جب وہ سب اکٹھے ہوا کرتے

تھے۔ شاہ میر کی منال سے باتیں اگرچہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے مگر اس وقت از لان کو لگا وہ آٹھ سال سے دھوکے میں تھا۔ اس نے اٹھ کر تیش سے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی چیزیں پھینکنا شروع کیں۔ پھر ایک کانچ کی بوتل اٹھا کر پوری قوت سے شیشے پر دے ماری۔ ہر جانب کانچ کے ٹکڑے بکھرے تھے۔ از لان اس وقت خود کو انتہا کا بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس وقت وہاں بکھرے کانچ سے وہ اپنی جان لے لینا چاہتا تھا۔ غصے کی انتہا پر پہنچ کر اب آخری مرحلہ بے بسی کا تھا۔ وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رونے لگا تھا۔ وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔

زینب منال کو گلے لگائے پریشانی کے عالم میں تھی۔ منال نے اسے خود سے الگ کیا۔

"زینب پلیز انکے پاس جاؤ انہیں یقین دلاؤ ہم نے ان کو دھوکا نہیں دیا میں نے۔۔۔ میں نے۔۔۔ سب بے اختیار تھا۔۔۔ میں سمجھنے سے قاصر تھی۔۔۔" منال ہکلا کر بول رہی تھی۔ اسے بھی اندازہ تھا کہ وہ بے وفائی کر چکی ہے۔ انجانے میں مگر اس نے از لان کے اعتبار کو بے دردی سے توڑا تھا۔

"وہ اس وقت غصے میں ہیں انہیں اکیلا چھوڑ دو میں بعد میں بات کروں گی۔
تم پلیز خاموش ہو جاؤ۔ جا کر ریٹ کرو ہم؟؟؟" زینب نے اس کے آنسوؤں
صاف کرتے ہوئے کہا۔

منال آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتی اٹھی اور اوپر کی جانب بڑھ گئی۔
زینب شدید پریشانے کے عالم میں بیٹھی تھی۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ
کیا کرے۔ اچانک یہ کیا ہو گیا تھا۔

"منال اور ازلاں کہاں ہیں؟؟؟" احمد نے رات کو کھانے کی ٹیبل پر پوچھا۔
"منال تھک گئی تھی تو سو گئی ہے اور ازلاں بھائی کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں
ہے۔" زینب نے ہڑبڑا کر جلدی جلدی کہا۔

"کیا ہوا ہے ازلاں کو؟؟؟" زرمینہ نے پوچھا۔ "پتا نہیں اچانک سے بخار ہو گیا
ہے تو میڈیسن لے کر ریٹ کر رہے ہیں۔" زینب نے کہا۔

"تحریم جا کر دیکھو زرا زیادہ طبیعت تو خراب نہیں ہے اسکی۔" احمد نے کہا۔
"اگر زیادہ بخار ہو تو منال کو بلا کر لاؤ اسے دیکھے زرا۔" احمد نے کہا تو زینب

اچھل پڑی۔

"امی آرام کرنے دے ناں انہیں ابھی تو لیٹے تھے وہ۔" زینب نے پریشانی سے کہا۔ وقار خاموشی سے زینب کی ہڑ بڑاہٹ کو نوٹ کر رہا تھا۔

"بچے اس نے کھانا بھی نہیں کھایا کچھ کھالے تو ٹھیک ہو جائے گا۔"

"وہ کھا کر سوئے تھے امی۔" زینب نے ایک بار پھر ٹوکا۔

"آپ آرام سے کھانا کھائیں میں دیکھ کر آتا ہوں اسے۔" وقار کہتے ہوئے اٹھا اور بغیر کسی کی سنے از لان کے کمرے کی جانب چلا گیا۔

وقار نے از لان کے کمرے کا دروازہ دو تین بار کھٹکھٹایا پھر اسکی بیماری کا خیال کرتے ہوئے دروازے کا ناب گھمایا۔ وقار کمرے میں داخل ہو کر دنگ رہ گیا تھا۔ ہر جانب کانچ کے ٹکڑے موجود تھے۔ ہر چیز بکھری پڑی تھی۔ وہ حیرانی سے کانچ سے بچتا بیڈ کے قریب آیا جس پر از لان اڑھاتر چھالیٹا ہوا تھا۔

"از لان۔۔۔" وقار نے اسکے قریب جھک کر اسے پکارا۔ از لان نے کوئی جواب دیا شاید وہ سوچکا تھا۔ اسکی آنکھوں کے پیوٹے سوچے ہوئے تھے۔ بکھرے بال اور شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ پر شاہ میر ہی کی طرح مختلف قسم کے بینڈز بھی موجود تھے۔ گھنی بھوری پلکیں جو وقار کو

بچپن سے ہی پسند تھیں۔ وقار نے پیار اسے دیکھتے ہوئے اسکے ماتھے پر آئے
بال ہٹا کر اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو اچھل کر پیچھے ہوا۔ از لان بخار سے تپ رہا
تھا۔ وقار کو حیرت ہوئی کے صبح وہ بالکل ٹھیک تھا۔ اپنے ماتھے پر کسی کا لمس
محسوس کر کے از لان نے آنکھیں کھولنے کے کوشش کی۔ مندی مندی
آنکھیں کھول کر اس نے وقار کو دیکھا۔

"از لان کیا ہوا ہے تمہیں؟؟؟" وقار نے اس سے پوچھا۔
"کیوں آئے ہیں آپ یہاں پر؟؟؟" از لان نے بھاری ہوتی آواز سے پوچھا۔
"میں تمہیں دیکھنے آیا تھا یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟؟؟ اٹھو ہاسپٹل چلتے
ہیں۔" وقار نے از لان کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
از لان نے وقار کی بازو کو جھٹکنا چاہا مگر اس میں اتنی طاقت نہ تھی۔ "چلے
جائیں یہاں سے نہیں ضرورت کسی کی مجھے۔" از لان نے کراہتے ہوئے
کہا۔

"از لان ہاسپٹل چلو دو وائی لوگے تو ٹھیک ہو گے ناں۔" وقار نے پیار سے
اسے سمجھانا چاہا۔ "اب مجھے مر کر ہی آرام آسکتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے
از لان کی آنکھوں سے آنسوؤں پھسلے تھے۔

"ر کو میں منال کو بلا کر لاتا ہوں ذرا چیک تو کرے۔" وقار کے کہنے کے ساتھ ہی از لان ایک جھٹکے سے اٹھا تھا۔

"میں بقوا اس کر رہا ہوں ناں کہ نہیں ضرورت کسی کی نہیں چاہیے میڈیسن ٹھیک ہوں میں بالکل۔" از لان کی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔ وقار کو زندگی میں پہلی بار ان آنکھوں میں اتنا درد، تکلیف اور غصہ دکھائی دیا تھا۔ اسے آج از لان سے خوف آرہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم ریسٹ کرو کوئی نہیں آئے گا یہاں۔" وقار یہ کہہ کر اٹھا۔ از لان کا موبائل پر کال آئی وقار نے دیکھا شاہ میر کی کال تھی۔ وقار نے موبائل اٹھا کر کال کاٹ دی تاکہ از لان آرام کر سکے مگر اسے حیرت کا جھٹکا لگا جب اس نے دیکھا کہ از لان کے موبائل پر شاہ میر کی وہ کوئی ۳۰ کال تھی۔ وقار سمجھ گیا کہ کوئی اور بات ہے۔ موبائل پر ایک بار پھر کال آنا شروع ہوئی۔

"شاہ میر بہت بار کال چکا ہے شاید کوئی ضروری بات ہو سن لو۔" وقار نے موبائل از لان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ از لان نے موبائل اٹھا کر پوری قوت سے دیوار پر دے مارا اور خاموشی سے

دوبارہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ وقار نے حیرت سے پورے عمل کو دیکھا پھر خاموشی سے باہر آ گیا۔

"کیسا ہے از لان زیادہ طبیعت تو نہیں خراب؟؟؟" زرینہ نے وقار کو اتادیکھ کر پوچھا۔ زینب وقار کے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی تھی۔

"نہیں بہتر ہے بس اسے آرام کی ضرورت ہے۔" وقار نے کہا تو سب مطمئن ہو گئے۔ وقار اچانک زینب کی طرف مڑا تو وہ فوراً نیچے مڑ گئی۔

کھانے کے بعد زینب کچن میں تھی جب وقار آیا۔ "زینب از لان کے روم میں آؤ بات کرنی ہے۔" وقار کی آواز پر زینب کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔ اسے لگا شاید از لان نے وقار کو سب بتا دیا ہے۔

"جی بھائی میں برتن دھو کر آتی ہوں۔" زینب نے کہا۔

"ٹھیک ہے کر لو پھر آ جانا۔" وقار یہ کہہ کر چلا گیا۔ زینب ڈرتی ڈرتی از لان کے کمرے میں گئی تو اسے کمرے کی حالت پر حیرت نہیں ہوئی وہ جانتی تھی از لان نے کمرے کی ایسی ہی حالت کی ہوگی۔

حیرت اسے از لان کی حالت پر ہوئی تھی۔ وقار اس کے ماتھے پر پٹیاں گیلی کر کے رکھ رہا تھا۔ "کیا از لان بھائی ٹھیک نہیں ہیں؟؟؟" زینب نے قریب آ کر

پریشانی سے پوچھا۔

"زینب سیدھی طرح بتاؤ کیا بات ہوئی ہے از لان نے گھر آ کر کچھ بتایا نہیں ہے؟؟" وقار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھ۔۔۔ مجھے کچھ نہیں معلوم بھائی سچی۔ از لان بھائی بس باہر سے آ کر روم میں گھس گئے اور توڑ پھوڑ کرنے لگے۔" زینب نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"ہمم میری شاہ میر سے بات ہوئی ہے ان دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ہے مگر از لان تو ایسا نہیں ہے جو جھگڑے کی وجہ سے یہ حالت کر لیتا۔ کیا اسے پہلے سے بخار تھا یا گھر آنے کے بعد ہوا؟؟" وقار نے پٹی از لان کے ماتھے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"گھ۔۔ گھر آنے کے بعد۔" زینب نے جواب دیا۔ زینب کی آنکھیں از لان کو اس حالت میں دیکھ کر آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"اچھا کسی کو بتانا مت بس تم کمرہ صاف کر دو اور میں رات کو یہیں ہوں۔" وقار نے کہا تو زینب سر ہلا کر کمرہ صاف کرنے لگی۔ کانچ اٹھاتے ہوئے اسکی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

زینب اپنے کمرے میں آ کر خوب روتی تھی۔ کہیں نا کہیں اس سب کی زینب بھی ذمہ دار تھی۔ اسے منال کو سب بتانے دینا چاہیے تھا۔
صبح احمد از لان سے ملنے اسکے کمرے میں آئے۔

"کیسا ہے میرا بچا؟؟؟" احمد نے پیار سے پوچھا۔ از لان نے کوئی جواب نہ دیا
بس آنکھیں موند لیں۔

"بہتر ہے ابو بس ہاسپٹل لے جاؤ گا اسے ٹھیک ہو جائے گا۔" وقار نے
جواب دیا۔

"چلو خیال رکھنا میں چلتا ہوں۔" احمد کہہ کر مڑے۔
"یہ کیا ہے وقار؟؟؟" احمد نے ڈریسنگ ٹیبل کو دیکھتے ہوئے حیرت سے
پوچھا۔

"کچھ نہیں ابو آپ کو پتا ہے نا از لان بخار میں کتنا چڑچڑا ہوا جاتا ہے اسی وجہ
میں اسکے ساتھ تھارات کو۔ منع کر رہا تھا کہ میں جاؤں یہاں سے تو غصے
میں توڑ دیا۔" احمد کو حیرت ہوئی کہ از لان نے یہ حرکت کی تھی۔
"ٹھیک ہے بہت خیال رکھنا اسکا۔" احمد کو اب پریشانی ہو رہی تھی۔

"منال کیا ہوا ہے تمہیں؟؟؟ ٹھیک ہو؟؟؟" زرینہ نے منال کو دیکھ کر پوچھا۔

"جی ماما سر میں بہت درد ہے رات سے۔" منال نے سو جی ہوئی آنکھوں کی وجہ بتائی۔

"اللہ کرم کرے دونوں بچے بیمار ہیں۔" تحریم نے کہا۔

"کون بیمار ہے؟؟" منال نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ وہ جو ڈرتی ڈرتی نیچے آئی تھی کہ شاید از لان نے سب کو کل والی بات بتادی ہوگی کچھ مطمئن ہو گئی تھی۔

"از لان بیمار ہے کل سے بخار میں آگ ہوا پڑا ہے مگر ہاسپٹل نہیں جا رہا۔ بچے تم زرا چیک کر لینا اسے۔" تحریم نے کہا تو منال کے دل پر بوجھ مزید بڑھ گیا۔

"جی چچی جان میں دیکھ لوں گی۔" منال نے اداس لہجے میں کہا۔ منال از لان کے کمرے میں آئی تو اس وقت کمرے میں کوئی موجود نہ تھا۔ منال آکر از لان کے بیڈ کے قریب کھڑی ہو گئی۔ "از لان۔۔۔" منال نے اسے پکارا۔ اس کا خیال تھا وہ گہری نیند سو رہا ہے۔ مگر منال کی آواز کانوں میں پڑتے ہی از لان نے بہت کوشش سے آنکھیں کھولی تھیں۔ جس انسان نے بچپن سے لے کر آج تک کی زندگی میں کبھی اسکی آواز کو نظر انداز کرنا سیکھا ہی نہ تھا آج کیسے کر دیتا۔ چند لمحے از لان ٹکٹکی باندھتے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس سے

نظریں نہیں ہٹا پارہا تھا۔ ان چند لمحوں کے لیے از لان بھول چکا تھا کہ وہ دلکش محبوبہ کس بے دردی سے اسکو دھوکہ دے گئی تھی۔

"از لان کیسے ہیں آپ؟؟" منال نے ایک بار پھر پکارا تو از لان کو بھولی یاد نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

"میں ہر بار از لان میں آپکو تلاش کرتی ہوں۔" یہ الفاظ کس بے دردی سے ادا کیے گئے تھے۔ کس بے دردی سے از لان کی محبت خلوص چاہت کو روند ا گیا تھا۔ از لان کے چہرے پر ایک بار پھر ان الفاظ کی تکلیف ابھری تھی۔

"جاؤ یہاں سے۔" از لان نے منہ دوسری جانب پھیر لیا۔

"از لان آپ ٹھیک نہیں ہیں پلیز ہاسپٹل چلیں۔" منال نے فکر مندی سے کہا۔

"بہت پروا ہے تمہیں میری؟؟ تم دعا کرو میں مر جاؤں منال اب اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔" از لان کے الفاظ کی تکلیف منال نے بخوبی محسوس کی تھی۔

"از لان ہم نے آپکو دھوکہ نہیں دیا۔ ہم نے کچھ غلط نہیں کیا از لان ہم نے آج تک آپکے اور اپنے رشتے میں کسی فریب کو نہیں لایا۔" منال روتے

ہوئے کہنے لگی۔ از لان منہ موڑے خاموشی سے سنتا رہا۔ اسکی حالت نے اسے مجبور کیا تھا کہ وہ اسے سنے۔

"ہم نے آپکو سچے دل سے قبول کیا تھا۔ ہم نے اس رشتے کو قبول کیا ہے اس بات پر یقین کریں۔" منال اسے یقین دہانی کر رہی تھی۔

"میں نے جو کل دیکھا اور سنا ہے اسکے بعد مجھے کسی دلیل پر یقین نہیں ہے منال۔ اگر تم نے قبول کیا ہے تو کیوں کل تم شاہ میر سے کہہ رہی تھی کہ تم اسے بھلا نہیں سکی تم مجھ میں اسے تلاش کرتی ہو یہ دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟؟"

از لان آنکھیں بند کیے تکلیف سے کہہ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو اسکی کنپٹی میں جذب ہو رہے تھے۔

"یہاں سے چلی جاؤ منال پلیز چلی جاؤ اگر تم چاہتی ہو کہ میں زندہ رہوں تو چلی جاؤ پلیز۔" از لان اب دکھ سے چورلحجے میں منت کر رہا تھا۔ منال روتے ہوئے کمرے سے باہر آرہی تھی کہ اس نے باہر زینب کو کھڑے دیکھا۔ اس نے زینب کی آنکھوں میں دیکھا۔ زینب کی آنکھوں میں دکھ تھا تکلیف تھی درد تھا۔ اسکے بھائی کی اس حالت کی ذمہ دار منال تھی۔ منال آنکھیں صاف کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"آپ غلط کر رہے ہیں بھائی۔" زینب نے اس کے قریب آ کر کہا۔
"اسکی کوئی غلطی نہیں ہے اس نے صرف محبت کی تھی مگر ہر ایک کی
خواہش پر بھول چکی ہے وہ اپنی محبت سب بھول چکی ہے۔ آپ سب کے
لیے وہ اپنی محبت کو دفنا چکی ہے تو آپ اسے اس بات پر چھوڑ دیں گے کہ اس
نے محبت کیوں کی؟؟" زینب کو پتا تھا از لان بیماری کی حالت میں خاموشی
سے اسے سنے گا تو وہ کہتی رہی۔

"کیا جواز بنتا ہے اس بات کا کہ اس لڑکی نے سب کچھ بھلا کر خوشی خوشی ہر
ایک کی خواہش پر آپ کو قبول کیا تو آپ اسے اس کے ماضی کی وجہ سے چھوڑ
دیں۔" زینب نے الفاظ از لان کو بیماری میں بھی مکمل سمجھ آ رہے تھے۔
"لوگ سیکھتے ہیں اور لوگ بدل جاتے ہیں انہیں جج نہیں کرنا چاہیے بھائی وہ
بھی بدل گئی ہے۔ اس نے اپنی محبت قربان کر دی ہے تو خدا کے لیے اسے
یوں مت چھوڑیں۔" آخر میں زینب نے منت کی۔

"زینب جاؤ یہاں سے ورنہ میں باخدا خود کو کوئی نقصان پہنچا دوں گا تمہاری
باتیں مجھے تکلیف دے رہی ہیں جاؤ یہاں سے پلیز زززز۔" از لان اب
رونے لگا تھا۔ از لان کو یوں دیکھ کر زینب کو شدید تکلیف ہوئی تھی۔ وہ
آنسو صاف کرتی کمرے سے باہر آ گئی۔

ہاسپٹل سے آنے کے بعد از لان کی طبیعت کافی سمجھل چکی تھی۔ منال پورا دن کمرے میں بند رہی۔ کھانے کے وقت بھی وہ دونوں موجود نہ تھے۔ تین دن ریسٹ کرنے کے بعد از لان آفس جانا چاہتا تھا۔ احمد نے اسے منع کیا مگر اسنے شکایت کی کہ گھر میں اسے گھٹن ہوتی ہے۔

"منال بیٹا تم آج کل ہاسپٹل نہیں جا رہی؟؟؟" احمد نے ناشتے پر پوچھا۔ از لان وہاں موجود نہ تھا۔ وہ جہاں منال ہوتی وہاں سے غائب ہو جاتا۔ منال پورا دن کمرے میں بند رہتی اس لیے اسکا زیادہ سامنا نہیں ہوتا تھا اور کھانے کے وقت از لان کمرے میں ہی کھانا کھا لیتا۔

"نہیں چاچا جان نہیں جا رہے۔" منال نے جواب دیا۔

"کیوں سب خیریت ہے؟؟؟" احمد نے تسویش سے پوچھا۔

"آج کل طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس وجہ سے اور مجھے آپ سے کچھ اور بات بھی کرنی ہے۔" منال نے کہا تو سب اسکی جانب متوجہ ہو گئے۔

"جی جی بیٹا بولو کیا بات ہے؟؟؟" احمد نے بھی اسکی جانب متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"چاچا جان اول تو ہم کچھ عرصے تک جاب نہیں کرنا چاہتے۔" منال نے کچھ جھنجھکتے ہوئے کہا تو سب کو بے حد حیرانی ہوئی۔ منال نظریں جھکائے دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اور دوسرا کے ہم کسی اور ہاسپٹل میں جاب کرنا چاہتے ہیں۔" منال کی بات نے سب کو سد مہ دیا تھا۔

"کیا مطلب بیٹا کیوں؟؟ اچھی خاصی جاب جارہی ہے تمہاری اب یوں بیچ میں آکر ہاسپٹل چینج کیوں کرنا؟؟ اگر کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ میں اکبر سے بات کرتا ہوں۔" احمد کو حیرانی ہوئی تھی کہ وہ شہر کا اتنا بہترین ہاسپٹل چھوڑنا کیوں چاہتی تھی۔

"آپ کی مرضی ہے چاچا جان مگر میں یہاں کمفرٹیبل نہیں ہوں کام کا بہت بڑا دن ہے بہت زیادہ میں کسی بھی چھوٹے سے ہاسپٹل میں کام کر لوں گی۔"

"کام ہر جگہ ہی کرنا ہی پھر اتنی اچھی جگہ چھوڑ کر کسی چھوٹے ہاسپٹل میں کام کرنے کی کیا تک بنتی ہے۔" زرمینہ نے سخت لہجے میں کہا۔ منال نظریں جھکائے لب کاٹتی رہی۔

"کوئی بات نہیں بچی کی اپنی مرضی ہے تم کچھ عرصہ جاب مت کرو آخر تمہیں بھی تھوڑی ریسٹ چاہیے ہو گی پھر کرتے ہیں کچھ۔" احمد نے کہا تو منال نے مسکرا کر شکریہ کہا۔ مگر زرمینہ اس کے فیصلے سے بالکل ناخوش تھی۔

منال پورا دن کمرے میں بند رہتی بہت کم زینب کے ساتھ کچن میں دکھائی دیتی۔ رات کو کھانے کے بعد وہ اور زینب کچن میں موجود تھیں جب تحریم کچن میں داخل ہوئیں۔

"زینب از لان کے لیے چائے بنا دو اسے کام کرنا ہے اور تمہیں پتا ہے نہ چائے کے بغیر اس کا دماغ کام نہیں کرتا۔"
"جی امی بنا دوں گی۔"

ہلکی پھلکی باتوں کے دوران چائے تیار ہو گئی۔
"ہم دے کر آئیں؟؟؟" منال نے چائے کی ٹرے اٹھا کر پوچھا۔
"کیوں نہیں ضرور۔" زینب نے مسکرا کر کہا۔

منال نے کمرے کا دروازہ بجایا تو از لان نے دروازہ کھولا۔ منال کو دیکھ کر پہلے اسے حیرت ہوئی پھر اس نے بغیر کچھ کہے چائے کی ٹرے منال کے ہاتھ

سے لے لی۔ اور ایسے ہی خاموشی سے اندر لا کر ٹیبل پر رکھ دی۔ منال دروازے پر ہی کشمکش میں کھڑی رہی۔ از لان بیڈ پر لیپ ٹاپ اور کاغذات میں مصروف رہا۔ چند لمحے ہی گزرے تھے جب ہر کوشش کے باوجود وہ دروازے پر کھڑی منال کو نظر انداز نہ کر سکا تو اس نے نظر اٹھا کر منال کو دیکھا۔

"کوئی کام ہے؟؟" از لان نے روکھے لہجے میں پوچھا۔ کتنے اجنبیت تھی اسکے لہجے میں۔ منال کو دکھ ہوا۔

"از لان ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" منال یہ کہتے ہوئے اندر آئی۔ از لان ایک بار پھر کام میں مصروف ہو گیا۔

"از لان آپ اب تک ہم سے بد ظن ہیں؟؟" منال نے پوچھا۔ از لان نے کوئی جواب نہ دیا۔

"از لان آپ شاہ میر سے پوچھ لیں وہ تو آپ کے دوست ہیں وہ آپ کو سچ بتائیں گے کہ ہمارے درمیان کبھی کچھ نہیں تھا یہ بہت پرانی بات۔۔۔۔"

"مجھے تمہارے کردار کی گواہی کے لیے کسی شاہ میر کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے منال۔" از لان نے نہایت سادگی سے اسکی بات کاٹی تھی۔ منال جہاں تھی وہیں تھم گئی۔ کیا تھا وہ شخص۔ کبھی دھوپ کبھی چھاؤں جیسا۔

"اور اگر اس نے تمہاری گواہی دینی ہوتی تو وہ دیتا مجھ سے ملتا مگر اس نے تو ایک بار بھی اپنی گواہی تک دینے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے تم پر یقین تھا منال۔ تم مجھے بتاتی۔۔ تم صرف ایک بار کہہ دیتی۔۔ تم کوئی اشارہ دے دیتی۔۔ میں مکر جاتا میں پیچھے ہٹ جاتا۔ کتنا مان تھا مجھے تم کہ تم مجھ سے ہر بات سنیں کرتی ہو۔ کہاں سے لاؤں میں اب وہ اعتبار وہ مان؟؟؟" از لان کی باتوں نے منال کو نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا۔

"مجھے تمہارے کردار پر شک نہیں ہے مجھے بس اس بات کا دکھ ہے کہ تم نے ایک بار بتانے کی کوشش تک نہیں کی۔ میں اس عزیت سے ساری زندگی نہیں نکل سکتا منال کبھی نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔" از لان نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"تمہاری غلطی نہیں تھی میں سمجھ سکتا ہو شاید حالات ایسے تھے کہ تمہیں مجبوراً مجھے قبول کرنا پڑا میں اس بات کو سمجھ چکا ہوں۔ تم پریشان مت ہو میں کچھ دنوں میں ابو سے بات کروں گا میں شادی سے انکار کر دوں گا۔" منال کو کمرے کی چھت خود پر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر لب انکاری ہو گئے۔ اس کے حلق سے کسی نے الفاظ کھینچ لیے تھے۔

"اور میں ابو سے بات کروں گا شاہ میرا چھا انسان ہے وہ تمہیں خوش رکھے گا۔" یہ کہتے ہوئے از لان کے لہجے میں کتنی عزیت تھی کتنا درد تھا۔
"از لان خدا را یہ مت کریں۔" منال کی آنکھوں سے آنسوؤں بہنے لگے تھے

۔
"اگر یہ نہ کیا تو وہ بھی نہیں کر سکوں گا جو میں چاہتا تھا۔" از لان نے حسرت سے کہا۔

"از لان ماما۔۔۔ چاچا جان چاچی جان وہ سب ناراض ہوں گے ہم نے اس لیے تو آپ کو قبول نہیں کیا تھا کہ اس سب کے بعد بھی سب گھر والے ہم سے بد ظن ہو جائیں۔" منال کے لہجے میں ڈر تھا۔ رشتے کھودینے کا ڈر۔
"تم پریشان مت ہو میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اب تم جاؤ پلیز۔" از لان نے آخر میں سنجیدگی سے کہا۔

"از لان پلیزیوں مت کریں۔"

"منال۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں جاؤ یہاں سے۔" از لان نے اب کی بار غصے سے کہا تھا۔ منال روتے ہوئے کمرے سے باہر آئی اور اپنے کمرے میں آکر دروازہ بند کیا اور بیڈ پر ڈھے گئی۔ اس نے موبائل اٹھا کر شاہ میر کو کال ملائی۔ اسے شاہ میر پر رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔ اسکی وجہ سے منال کی زندگی کس

موڑ پر آکھڑی ہوئی تھی۔ شاہ میر کا نمبر بند جا رہا تھا۔ منال نے غصے سے
موبائل کو بیڈ پر اچھالا۔

ازلان کو بے حد حیرانی ہوئی تھی کہ ایک ماہ تک شاہ میر نے اس سے کوئی
رابطہ نہ کیا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ شاہ میر آکر اس سے کچھ تو کہے گا پھر وہ
شادی سے انکار کر سکے۔

وقار کافی دن پہلے ہی واپس جا چکا تھا۔ انادوستی کے آڑے آچکی تھی۔
"آج اکبر آیا تھا آفس؟؟؟" احمد نے کھانے کے ٹیبل پر ازلان سے پوچھا تو
منال اسکی جانب دیکھنے لگی۔ ازلان کسی ٹرانس کی کیفیت میں چیچ پلیٹ میں
گھما رہا تھا۔ "ازلان۔۔۔" احمد نے ایک بار پھر پکارا۔ ازلان بدستور نظریں
جھکائے بیٹھا رہا۔ "ازلان۔۔۔" تحریم نے پکارا تو ازلان کسی خیال سے چونکا
پھر سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر احمد کی جانب مڑا۔

"آپ نے بلایا؟؟؟" احمد کو شک ہوا کہ ازلان کی آنکھوں میں آنسوں تھے
اور وہ کسی طرح سے خود کو رونے سے روکے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟؟؟" احمد نے پوچھا تو ازلان نے خود کو سمجھالا پھر بولا۔
"کچھ نہیں آپ کیا پوچھ رہے تھے؟؟؟"

"میں پوچھ رہا ہوں آج اکبر آیا تھا آفس؟؟ میں باہر تھا تو مجھے علم نہیں ہو سکا۔" احمد نے اس کے آنسوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
"جی۔" ازلان نے بس اتنا کہا اور چاول کی چمچ منہ میں ڈال لی۔
"بے وقوف انسان معلوم ہے مجھے کہ وہ آیا تھا مگر کیوں آیا تھا؟؟؟" احمد کو ازلان کے رویے سے کوفت ہو رہی تھی۔

"ہمممم وہ دراصل۔۔۔ آآ۔۔۔ ہاں وہ۔۔۔ منال کا پوچھنے آئے تھے کہ ہاسپٹل کیوں نہیں آرہی۔" ازلان نے سوچتے سوچتے بتایا۔
"میں تو اسے بتا چکا ہوں منال کے بارے میں پھر؟؟؟" احمد کو تشویش ہوئی۔
منال حیرت سے ازلان کو دیکھ رہی تھی وہ کچھ چھپا رہا تھا۔
"مجھے نہیں معلوم ابو بس وہ یہی پوچھ رہے تھے۔" ازلان نے تنگ ہو کر کہا۔

"اچھا پتا نہیں کیا بات تھی۔" احمد کو لگا ازلان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سو ان نے اس معاملے کو وہیں رہنے دیا۔ سب کافی دیر خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔

"مجھے آپ سب سے کچھ بات کرنی ہے۔" ازلان شاید کچھ کہنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔

"کس سے؟؟" احمد نے اسکی جھکی نظروں کو دیکھ کر پوچھا۔ از لان نے نظر اٹھا کر زربینہ کو دیکھا۔ منال کا چہرہ سفید ہوا۔ اسکے ہاتھ کپکپانے لگے۔ وہ کیا کہنے والا تھا۔ "تائی جان سے۔" از لان نے کہا تو سب کو عجیب تشویش ہوئی۔

"جی بیٹا بولو کیا بات ہے؟؟"

"مجھے یہ بات ابو سے کرنی چاہیے تھے مگر یہ فیصلہ آپ کا ہونا چاہیے اس لیے میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں بلکہ اجازت لینا چاہتا ہوں۔" از لان کی پہیلیاں اس وقت ہر ایک کو کنفیوز کر رہی تھی۔ مگر منال اور زینب سن دماغ کے ساتھ اسے دیکھ رہیں تھیں۔

"ضرور بچے بتاؤ کیا ہوا ہے۔" منال کے دماغ میں گھنٹیاں بجنے لگیں تھی۔ ابھی وہ کچھ کہے گا اور منال ہر رشتہ کھودے گی۔ یہاں بیٹھا ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگے گا۔ منال نے آنکھیں میچ لیں۔

"میں تین بعد جمعہ کے دن منال سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" از لان کی بات نے ہر ایک کو اپنی جگہ پتھر کا کر دیا تھا۔ منال نے حیرت سے آنکھیں کھولیں۔ اسکا رنگ فق ہو چکا تھا۔ سب حیرت سے از لان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"مگر بیٹا اتنی جلدی؟؟ سب خیریت ہے؟؟" زرمینہ نے پریشانی سے پوچھا۔
ازلان کی آنکھوں کے آنسو ہر ایک کو دکھائی دے رہے تھے۔ اب سب پریشان ہونے لگے تھے۔

"سب آپکی مرضی کے مطابق ہی ہو گا میں بس اجازت چاہتا ہوں مگر تاریخ کی اجازت یہ فیصلہ میں کر چکا ہوں کے ایک مہینے میں ہی میں منال سے سادگی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ازلان تیزی سے اٹھا اور احمد کی آواز کو نظر انداز کرتا کمرے میں بند ہو گیا۔ "پتا نہیں یوں اچانک کیا ہوا۔" زینب حیرت سے منال کو دیکھ رہی تھی۔ اور منال اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ازلان ایسی کسی خواہش کا اظہار کرے گا۔ "مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے ویسے اگر منال اور آپ سب اجازت دیں تو جمعہ کے دن نکاح کر دیں۔" زرمینہ نے اپنی رائے دی۔
منال حیرت سے سب سن رہی تھی۔ وہ انسان جو چند دن پہلے تک شادی سے انکار کرنے والا تھا آج نکاح کی بات کر رہا تھا۔ کیوں؟؟ منال کی سمجھ میں نہ آیا۔

کچھ باتیں وقت کے ساتھ سمجھ آتی ہیں اور انکا سمجھ آ جانا انسان کو توڑ دیتا ہے۔

منال کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہل رہی تھی جب زینب کمرے میں آئی۔
"منال۔۔ کیا بھائی نے تم سے بات کی؟؟" زینب نے آتے ہی پوچھا۔
"نہیں ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ ایسی کوئی بات کریں گے۔" منال
نے بھی کچھ تشویش سے بتایا۔

"زینب تم جاؤ ان سے پوچھ کر آؤ کیا بات ہے۔" منال نے زینب سے کہا۔
"کیا مطلب کیا بات ہے بس ہو گیاناں فیصلہ وہ راضی ہیں تم سے شادی
کرنے کے لیے۔" زینب از لان کے فیصلے سے کافی حد تک خوش بھی تھی۔
"نہیں نہیں کوئی اور بات ہے وہ کچھ چھپا رہے ہیں تم پوچھ کر تو آؤ۔" منال
نے ایک بار پھر کہا۔

"تم خود پوچھ آؤ میری جان۔" زینب کو کافی دن بعد کوئی خوشی کی خبر ملی تھی
اب وہ منال کو چھیڑ رہی تھی۔

"زینب پلیر زرز پوچھ آؤ۔" منال نے منت کی۔
"اچھا بھئی جارہی ہوں رک جاؤ۔" منال کی آنکھوں میں آنسوؤں دیکھ کر
زینب نے ہار مان لی تھی۔

منال کافی دیر کمرے میں زینب کا انتظار کرتی رہی۔ دس منٹ بیس منٹ تیس منٹ چالیس منٹ پچاس منٹ۔ اب منال کا صبر جواب دے رہا تھا۔ منال اٹھ کر دروازے تک آئی تو باہر سے زینب کو آتے دیکھا۔ وہ کسی خیال میں گم دھیمی دھیمی چلتی آرہی تھی۔

"شکر ہے آج ہی آگئی۔" منال نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ منال کے اگلے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ اس نے زینب کی آنکھوں میں آنسوؤں کو جمع ہوتے دیکھا تھا۔ اسکی رنگت یوں تھی جیسے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ اس نے زینب کو نظریں چراتے کشمکش میں ہاتھ کی انگلاں ملتے دیکھا۔

"زینب؟؟ سب ٹھیک ہے؟؟" منال نے کسی ڈر کے تحت پوچھا۔ زینب چند لمحے لب کاٹتی رہی۔ "زینب خدا را کچھ بولو بھی۔" منال نے اسے بازو سے پکڑ کر کہا۔

"آج اکبر انکل آئے تھے بھائی سے ملنے۔" کافی دیر بعد زینب نے کچھ سوچ کر بات کا آغاز کیا۔ منال کو سمجھ نہ آیا اس بات کے کرنے کا کیا مطلب تھا۔ اسکے ذہن میں سرخ بتی جلی تھی۔

"معلوم ہے تم کیوں بتا رہی ہو؟؟؟" منال نے پوچھا۔ زینب کی اگلی بات سن کر منال کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اسکا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو چکا تھا۔ کئیں لمحے وہ سن دماغ کے ساتھ زینب کی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اچانک سے وہ فرش پر بیٹھ گئی۔

"منال منال۔۔۔ ریلیکس منال۔" زینب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ کیا کہہ رہی ہو زینب؟؟؟" منال نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ زینب خاموش رہی۔ "تم۔۔۔ تم۔۔۔ جھوٹ بول رہی ہو۔۔۔ ہم۔۔۔ ہم۔۔۔ از لان سے پوچھنے جا رہے ہیں۔" منال یہ کہہ کر جھٹکے سے اٹھی اور از لان کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے بغیر کسی دستک کے دروازہ کھولا۔ منال نے از لان کو جائے نماز پر بیٹھے چہرہ ہاتھوں میں چھپائے کسی چھوٹے بچے کی طرح سسکتے دیکھا۔ منال آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جائے نماز کے تھوڑا قریب بیٹھ گئی۔

"از لان پلیز کہہ دیں کہ آپ نے زینب سے جو کچھ کہا ہے جھوٹ ہے۔" منال کی آواز پر از لان کے روم میں کمی آئی۔ اس نے ہاتھ چہرے سے ہٹا کر گیلی آنکھوں سے منال کو دیکھا۔ اففف وہ سنہری آنکھیں کتنی حسین

نہیں مگر ان میں جھلنتی وہ تکلیف اس وقت منال کو اندر تک بھسم کر رہی تھی۔

"کچھ بھی جھوٹ نہیں ہے منال یہی سچ ہے۔" از لان یہ کہہ کر ایک بار پھر رونے لگا تھا۔ منال کی زبان پر قفل پڑ گئے تھے۔ وہ خاموشی حیرانی اور بے یقینی سے از لان کو دیکھ رہی تھی۔

"کل میں آپ کے ساتھ چل سکتی ہوں؟؟؟" بہت دیر کی خاموشی کے بعد منال بولی۔ از لان نے آنکھیں صاف کیں پھر ہاں میں سر ہلا دیا۔ منال خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔

از لان اور منال کے لیے نیند حرام ہو چکی تھی۔

اگلے دن دوپہر کو منال از لان کے ساتھ جانے کو تیار تھی۔ وہ تیار ہو کر گاڑی میں بیٹھا تھا۔

"سراکبر خاندانہ آپ سے ملنے آئے ہیں۔" ایک نوجوان نے از لان کو آفس میں آ کر اطلاع دی۔

"اکبر خانزادہ آفس میں؟؟ ابو کہاں ہیں انسے ملنے آئے ہوں گے۔" از لان نے فائیل کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہا۔

"سر تو سائیٹ ایریا کی طرف گئے ہوئے ہیں اور اکبر سر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" لڑکے کی بات پر از لان کے ہاتھ تھمے تھے۔

"مجھ سے؟؟؟" از لان کو حیرت ہوئی۔ "ٹھیک ہے بھیج دوا نہیں۔" از لان نے کہا تو وہ لڑکا سر ہلاتا باہر چلا گیا۔

منال گاڑی کا بیک ڈور کھول کر بیٹھی رہی تھی۔

از لان نے گاڑی سٹارٹ کی۔

"بیٹا آپکی اور شاہ میر کی کوئی لڑائی ہوئی ہے؟؟؟" از لان کو اکبر کا چہرہ عجیب مر جھایا اور بڑھا بڑھا لگ رہا تھا۔ اس نے اکبر کو پہلے سے بہت کمزور محسوس کیا تھا۔

"ہاں بس کچھ بات ہو گئی تھی۔" از لان کو اکبر کا انداز عجیب لگا تھا۔

"وہ کب سے انتظار کر رہا تھا کہ آپ اس سے ملنے آئیں گے اسے کال کریں گے مگر آپ تو غائب ہو گئے تھے۔" اکبر نے تلخ مسکراہٹ سے کہا۔ از لان

ہکا بکا اکبر کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"لڑائی اس نے کی تھی میں تو اسکا انتظار کر رہا تھا وہ کیوں نہیں آیا؟؟؟" از لان نے لحاظ کیے بنا بھڑاس نکالی تھی۔

منال کھڑکی سے باہر نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز کیے بیٹھے تھی۔ از لان خاموشی سے گاڑی چلاتے ہوئے کل کی ملاقات کا ایک ایک حصہ یاد کر رہا تھا۔ اسکے خیالات گڈ مڈ ہو رہے تھے مگر کل کا واقعہ اسکے ذہن سے محو نہیں ہو رہا تھا۔

"ہم یہاں نہیں تھے کچھ دنوں سے کینیڈا تھے۔" اکبر کی بات پر از لان کو حیرانی ہوئی۔

"ہم ایک ہفتے پہلے ہی آئے ہیں اور شاہ میر یہاں نہیں آسکتا تھا اور مجھے بھی روک رکھا تھا کہ میں تمہارے پاس مت آؤں تو خود اس سے ملنے آئے تو ٹھیک ورنہ۔۔۔۔۔"

اکبر نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"کیوں گئے تھے آپ کینیڈا۔" از لان کو اب کچھ غلط محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے اکبر کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسوؤں بیک وقت جمع ہوتے دیکھے تھے۔

وہ اور منال گاڑی سے اتر کر گیٹ سے اندر داخل ہو رہے تھے۔
اکبر انکل نے از لان کو پتایا ہے کہ۔۔۔۔

زینب کی بات منال کے کانوں میں گونجی۔
اسکے قدم ڈگمگائے تھے۔ اس نے دھندلی آنکھوں سے سامنے دیکھا جہاں
اکبر کھڑے تھے۔

"شاہ میر کو لیور کینسر ہے۔" اکبر کی بات پر از لان سن ہو گیا۔ اسکے پیروں
تلے زمین نکل گئی تھی۔

"شاہ میر بھائی کو لیور کینسر ہے لاسٹ سیٹیج کا۔" زینب نے بتایا تو منال وہیں
فرش پر ڈھے گئی۔ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ ایسے کیسے؟؟ ابھی چند دن پہلے
تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔ نہیں نہیں وہ جھوٹ بول رہی ہے یہ ممکن ہی
نہیں ہے۔

مگر اللہ کی قدرت سچی ہے۔ اسکے لیے کچھ ناممکن نہیں۔

"کیا کہ رہے ہیں آپ انکل؟؟؟ آپ مزاق کر رہے ہیں نا؟؟؟" دور کہیں
از لان کو معلوم ہو چکا تھا یہ سچ ہے۔ اکبر کی بے رونق آنکھیں اسے سب بتا
رہیں تھیں۔

"ہمیں بہت لیٹ معلوم ہوا۔ لاسٹ آپشن لیور ٹرانسپلانٹ تھا۔ ہم نے
کینیڈا سے بہت محنت سے پیچ ڈھونڈنے کے بعد ٹرانسپلانٹ کروایا تھا وہاں
چند دن اس نے بہتر گزارے مگر اسکی زد کی وجہ سے جلدی آنا پڑا اور یہاں آ
کر معلوم ہوا کہ کینسر مزید بڑھ چکا ہے اور اب اسکا کوئی علاج نہیں۔ کینسر
روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔" اکبر کی آنکھوں میں آنسوؤں از لان نہیں دیکھ پایا
اسکی اپنی آنکھوں میں آنسوؤں نے منظر کو دھندلا کر دیا تھا۔ از لان کے ارد
گرد سب دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"اسکی اکڑ دیکھو اس حالت میں بھی کہہ رہا تھا کہ تم اس سے ملنے آؤ گے تو
ٹھیک ورنہ یوں ہی۔۔۔" اکبر کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔ ان نے بات
ادھوری چھوڑ دی۔

"کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟؟؟" از لان نے خود کو کہتے سنا۔ اکبر نے آنکھیں صاف کیں اور ہاں میں سر ہلایا۔

"اسی لیے آیا ہوں اس سے مل لو از لان پلیز اس سے مل لو۔" سب کسی سلو مو کی طرح چل رہا تھا۔ گزرے ماہ ہو سال از لان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ وہ مزے وہ یادیں وہ شرارتیں وہ مستیاں۔ از لان نے بے اختیار اپنے ہاتھوں پر لگے بینڈز کو دیکھا۔

"یہ ہماری دوستی کی نشانی۔" شاہ میر نے دس سال پہلے اسے وہ عجیب و غریب بینڈز پہناتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ کیسی نشانی ہوئی بھلا؟؟؟" از لان کو وہ بالکل پسند نہیں آئے تھے۔

"ارے ارے یار تم نے دیکھا نہیں ہے سب دوست سیم سیم ڈریس پہنتے ہیں ویسے ہی ہم سیم سیم بینڈز ہاتھوں میں لگائیں گے یہ ہمیشہ ہم دونوں کے بازوؤں پر موجود ہوں گے تاکہ کوئی ایک کو دیکھے تو فوراً دوسرے کو بھی یاد کر لے۔"

شاہ میر نے ہستے ہوئے کہا۔

"تمہاری نشانی بھی تمہاری طرح عجیب ہے سیم سیم بینڈز۔" از لان نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا۔

"سیم سیم بٹ ڈیفلیٹ۔" شاہ میر نے کہا تو وہ دونوں بے اختیار ہنس دیے۔ از لان کو بھول گیا کہ اس شخص نے اس سے اسکی محبت چھینی تھی بسے یاد تھا تو بس اتنا کہ اسکا دوست زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔

وہ کب کیسے کہاں پہنچا تھا اسے معلوم ہی نہ ہو سکا۔ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اکبر کے پیچھے نظریں جھکائے چل رہا تھا۔ وہ ارد گرد سے بے گانا بغیر کسی کو دیکھے چلتا جا رہا تھا۔ وہ سیڑھیوں پر پہنچ چکا تھا۔ نہ جانے ان کمروں میں سے کون سے کمرے میں شاہ میر ہو گا؟؟ نا جانے وہ اسے کس حالت میں ہو گا۔ راہداری میں چلتے ہوئے اسکے کانوں میں کسی کی آہ و پکار پہنچی تھی شاید کسی کا جان سے پیارا بچہ چکا تھا۔ کوئی کمروں کے باہر اللہ سے اپنے جان کے پیاروں کی بھیک مانگ رہے تھے۔ اکبر نے ایک دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔ از لان باہر ہی کھڑا رہا۔ اس میں اندر جانے کی ہمت نہ تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ ابھی پھوٹ پھوٹ کر رو دے گا جبکہ اس نے ابھی شاہ میر کی

حالت تک نہ دیکھی تھی۔ اس نے آنکھیں صاف کیں اور ٹھنڈی سانس لے کر خود کو پر سکون کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

ازلان بہت ہمت کر کے اندر داخل ہوا اور نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ کنگ رہ گیا تھا۔ شاہ میر بالکل کمزور لاچار مشینوں میں جکڑا نیند کی آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ ازلان کو وہ کسی چھوٹے بچے کی مانند آنکھیں زبردستی بند کیے دکھاتا تھا۔ شاید اکبر نے اسے ازلان کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

"اسکو تم پر بڑا مان ہے کہ تم اسے منانے آؤ گے۔" اکبر نے راستے میں اس سے کہا تھا۔

ازلان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ آگے بڑھ کر شاہ میر کے بیڈ کے قریب آیا۔

"میں باہر کسی کام سے جا رہا ہوں تم یہیں رکنا۔" اکبر ازلان سے کہہ کر باہر چلے گئے۔

"خبیث انسان جانتا ہوں جاگ رہے ہو اب آنکھیں کھول لو۔" ازلان نے بھاری ہوتی آواز کے ساتھ کہا۔ شاہ میر نے آنکھیں کھول کر ازلان کو دیکھا تو ازلان کی روح تک دہل گئی۔

شاہ میر کی گہری سیاہ آنکھیں اندر کو دھنس چلیں تھیں۔ آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے دیکھ کر از لان کو تکلیف ہوئی۔ شاہ میر کی آنکھوں سے اس کے درد کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

"کافی جلدی نہیں آگئے منانے مجھے۔" شاہ میر نے نروٹھے پن سے کہا۔
"کس نے کہا میں تمہیں منانے آیا ہوں؟؟؟" از لان نے سنجیدگی سے کہا۔
"پھر کیا دیدار یار کرنے آئے ہو؟؟؟" شاہ میر نے تپ کر کہا۔
"ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔" از لان نے غمگین مسکراہٹ سے کہا۔
"از لان تم اب بھی ناراض ہو؟؟؟" شاہ میر نے نرمی سے پوچھا۔
"ہاں۔" از لان نے آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا شاہ میر ہلکا سا مسکرا دیا۔
"از لان میرا یقین کرو میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا میرا اور منال کا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اس نے تمہیں دل سے قبول کیا ہے۔ بہت عرصہ پہلے جو ہوا سو ہوا مگر اسے بھول جاؤ وہ اب تمہاری منگیتر ہے از لان۔" شاہ میر بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔ اس کا سانس بے ربط ہو رہا تھا۔ از لان خاموشی سے اسے سنتا رہا۔
"میرا یقین کرو از لان مرتا ہوا انسان کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

شاہ میر نے کہہ کر آنکھیں موند لیں اسکی آنکھ سے آنسوؤں پھسلا تھا۔ شاہ میر کی آخری بات نے از لان کو اندر تک تکلیف دی تھی۔

"مجھے تم دونوں پر یقین ہے۔" از لان نے بھاری دل سے کہا۔

"نہیں تم صرف میری حالت کی وجہ سے کہہ رہے ہو۔" شاہ میر کا سانس بہت پھول چکا تھا۔ وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تف ہے تمہارے ڈاکٹر ہونے پر لیور کینسر کوئی چھوٹی بیماری نہیں ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہو سکا۔" از لان نے پانی کا گلاس شاہ میر دیتے ہوئے کہا۔

"جیسے انسان کو انسان سے دھوکے کی امید نہیں ہوتی ویسے ایک ڈاکٹر کو بیماری ہونے کی امید نہیں ہوتی۔ کتنے معصوم ہیں ناں ہم انسان۔" از لان کو معلوم تھا وہ اس پر چوٹ کر رہا تھا۔

"تم دونوں نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے شاہ میر۔" از لان نے بھیگی آواز میں کہا۔

"تم تو میرے دوست تھے ایک بار بتاتے صرف ایک بار میں تم دونوں کے لیے ہر کوشش کرتا۔" از لان کے لہجے میں رنج و ملال تھا۔

"کیا تم کرتے؟؟" شاہ میر کے سوال پر از لان نے گردن نفی میں ہلائی۔

"بہت مشکل تھا بہت زیادہ مگر اس تکلیف سے کم تکلیف ہوتی مجھے۔ اب

میں اسے قبول نہیں کر پاؤں گا۔" از لان نے کہا تو شاہ میر ٹھہر گیا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے از لان۔" شاہ میر کے لہجے میں تنبیہ تھی۔ از لان

استہزائیہ ہنسا تھا۔ "یہ اب میرے بس میں نہیں ہے۔"

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے تم اس سے شادی کرو گے۔" شاہ میر نے اپنی بات

پر زور دیتے ہوئے کہا۔ از لان اسے یہ نہ بتاسکا کہ منال کی صرف ایک بات

اسکی ساری محبت کو پیروں تلے روند چکی تھی کہ وہ از لان میں شاہ میر کو

تلاش کرتی ہے۔ وہ یہ کیسے برداشت کرتا کہ منال اس سے اس خواہش میں

منسلک رہے کہ اسے از لان میں شاہ میر کی جھلک دکھائی دے۔

"از لان بائے گاؤ تم نے ایسا کچھ کیا تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔" شاہ

میر نے سخت لہجے میں کہا۔

"شاہ میر خدا راجھے مجبور مت کرو میں ایسا نہیں کر سکتا۔" از لان کے

گردن جھکا کر کہا۔ "جھوٹ بول رہے ہو تم۔"

تم آج بھی چاہتے ہو کہ وہ تمہیں حاصل ہو جائے۔ تم اس سے ابھی بھی

شادی کرنا چاہتے ہو۔" شاہ میر نے سرد لہجے میں کہا۔

"ازلان میری زندگی دودن کی ہے۔ میں آج ہوں کل نہیں۔ کیا تم میری آخری خواہش پوری کرو گے؟؟ مجھے مرنے سے پہلے اپنے دوست کی شادی کا لڈو کھانا ہے۔" شاہ میر نے آخر پر غمگیں مسکراہٹ سے کہا۔

"یوں مت کرو شاہ میر مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" ازلان نے اس سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے کہا۔ ازلان نے شاہ میر کو اچانک سے کراہتے ہوئے سنا تھا۔ ازلان نے دیکھا کہ شاہ میر پیٹ پر ہاتھ رکھے آنکھیں زور سے میچے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا شاہ میر؟؟ تم ٹھیک ہو؟؟؟" ازلان پریشانی سے اس کے قریب آتے بولا۔ شاہ میر کو اچانک سے منہ سے خون بہنے لگا۔ ازلان چیختے ہوئے ڈاکٹر ز کو بلا رہا تھا۔ "ازلان۔۔۔ وعدہ۔۔۔ وعدہ۔۔۔ کرو تم۔۔۔۔۔ اس سے۔۔۔ شادی کرو گے نا؟؟؟ اسے۔۔۔ اکیلا مت۔۔۔۔۔ چھوڑنا۔۔۔۔۔ پلیز۔" وہ تکلیف سے کہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر ز نے آکر ازلان کو باہر بھیج دیا۔ ازلان شدید پریشانی کے عالم میں باہر کھڑا تھا۔ اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھی۔ اسے رہ رہ کر خود پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے کیوں نہیں شاہ میر سے پہلے بات کی؟؟؟ اس نے کیوں دیر کر دی؟؟؟ بے شمار خیالات سوچیں یادیں وسوسے اس کے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگیں تھیں

۔ جب دوستی میں انا آجائے تو موت پر ہی دوست دکھائی دیتا ہے۔ تب
پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں بچتا۔

چند لمحے بعد وہ کافی بہتر تھا۔ شاہ میر نے از لان سے کیا کہا از لان کو کچھ معلوم
نہ تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آرہی تھی وہ اب کیا کرے۔

گھر جا کر بل آخر اس نے زرمینہ سے بات کر لی۔ اسکے پاس کوئی راستہ نہ بچا
تھا۔ اگلے دن تک گھر میں سب کو شاہ میر کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا۔
سب کا خیال تھا وہ شاہ میر کی وجہ سے جلدی کر رہا ہے اس لیے کسی نے کوئی
اعتراض نہ کیا۔ احمد نے خالد سے بات کر لی تھی۔ احمد دونوں بچوں کا نکاح
سادگی سے اکھٹے کرنا چاہتا تھا۔ خالد نے انیشہ کی رضامندی سے ہامی بھر لی
تھی مگر ایک ہفتے بعد۔

شاہ میر کو پیٹ پر معمولی سی چوٹ لگی تھی جو بغیر کسی علامت کے انفیکشن
میں تبدیل ہوئی۔ پھر اس کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوئے تو شاہ میر نے
زیادہ دھیان نہ دیا۔ پیٹ درد کو خود ہی کوئی معمولی انفیکشن سمجھ کر نظر انداز

کرتا رہا۔ مونا لے والے واقع کے تین دن بعد اسے منہ سے خون آنا شروع
ہوا تو اسے احساس ہوا کہ کچھ گڑ بڑ ہو چکی ہے۔
چیک کروانے پر پتا چلا کہ اسے لاسٹ سیٹیج کا کینسر ہے آخری آپشن لیور
ٹرانسپلانٹ ہے۔

"میں کینیڈا کے کسی اچھے ہسپتال سے ٹرانسپلانٹ کرانا چاہتا تھا سو اسے وہیں
لے گیا۔" اکبر سے پوری بات سننے کے بعد اب منال شاہ میر کے دائیں
طرف کچھ فاصلے پر کرسی پر بیٹھی تھی۔ عجیب گھٹن تھی اس کمرے میں۔
مشینوں کی وہ خوفناک بیپ دوائیوں کی عجیب مہک۔ منال سر جھکائے بیٹھی
رہی۔ از لان چند پل شاہ میر سے ملا پھر خود کو اضافی فرد سمجھ کر جانے لگا۔
"از لان یہیں رکوناں ابھی تو آئے ہو۔" شاہ میر نے از لان کی سوچ کو
بھانپ کر کہا۔

"نہیں مجھے کچھ کام ہے چلتا ہوں بعد میں آؤں گا۔" از لان بغیر کچھ سنے باہر
چلا گیا۔ کافی دیر تک خاموشی کا راج رہا۔
"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟؟" منال نے کاغذی دیر بعد پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے کافی بہتر ہوں۔" شاہ میر نے جواب دیا۔ منال نظریں جھکائے بیٹھی تھی اور شاہ میر سامنے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بولنے کے منتظر تھے۔

"آپ نے پہلے چیک کیوں نہیں کرایا یہ کوئی عام بیماری نہیں ہے آپ کو پتا کیوں نہیں چلا؟؟" منال نے ایک بار بات کا آغاز کیا۔

"فار گاڈ سیک میں یہ سن سن تنگ آ گیا ہوں بس نہیں پتا چل سکا۔" شاہ میر نے کوفت سے کہا۔

ایک بار پھر سے خاموشی چھا گئی۔

"اس ہفتے ہمارا اور از لان نکاح ہے۔" منال نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔ شاہ میر کی نظریں بے اختیار منال کی جانب اٹھیں تھیں۔ اتنی تکلیف اسے اس بیماری نے نہ دی ہوگی جتنی اس ایک بات نے دی تھی۔ مگر قربانیاں تو دینی پڑتی ہیں چاہے محبت ہو یا دوستی۔

"اچھی بات ہے۔" شاہ میر نے خود کو حد درجہ پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ منال نے شاہ میر کو دیکھا۔ اس نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر کوئی پچھتاوا کوئی رنج کوئی ملال ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہاں

کچھ نہ تھا سوائے عزیت کے۔ اسے چہرے پر ہلکی سی مسکان میں بلا کی عزیت تھی۔

"واللہ شاہ میر ایک بار کہہ دیں کہ آپ نے ہمیں دھوکہ نہیں دیا کہہ دیں کہ آپ کی مجبوری تھی کوئی تو وضاحت دیں۔" منال اب رونے لگی تھی۔ شاہ میر حیرت سے منال کو دیکھ رہا تھا۔ کیا تھی وہ عورت؟؟ وہ کیوں اسکا اس قدر اعتبار کر رہی تھی؟؟

"منال تم پھر وہی بات کر رہی ہو۔ بھول جاؤ جو ہوا۔ از لان تمہیں پسند کرتا ہے۔ تمہاری شادی ہونے والی ہے اس نے۔" شاہ میر نے اسے باور کروانا چاہا۔

"پسند اور محبت کا فرق آپ نہیں جانتے شاہ میر؟؟ وہ مجھے پسند کرتے ہیں جانتی ہوں مگر میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔" منال نے بے خوف ہو کر اپنے دل کی بات بتائی۔ شاہ میر چند لمحے کنگ رہ گیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ منال از لان سے شادی سے کچھ دن پہلے آکر اس سے یوں بات کرے گی۔ "میں پسند اور محبت کا فرق جانتا ہوں منال۔" منال نے شاہ میر کو ہلکی آواز میں کہتے سنا۔ "تب سے جانتا ہوں جب سے از لان نے مجھے بتایا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔" شاہ میر نے کہا تو منال بالکل خاموش ہو گئی۔ "میں سمجھتا تھا

وہ تمہیں پسند کرتا ہے جیسے عام کزنز ایک دوسرے کو کرتے ہیں۔ "شاہ میر
 چند لمحے۔ خاموش ہوا۔ "مگر وہ تم سے عشق کرتا ہے۔ لاہور سے واپسی پر
 جب مجھے از لان نے بتایا تو میں پسند اور محبت کا فرق سمجھ گیا تھا۔ "شاہ میر سر
 جھکائے کہہ رہا تھا۔ منال بالکل تھم گئی تھی۔ آٹھ سال پہلے؟؟ کیا از لان
 آٹھ سال سے اس سے محبت کرتا تھا؟؟ مگر وہ یہ نہ جان سکی کہ وہ شخص تو
 اس سے تب سے محبت کرتا تھا جب سے اس نے "محبت" کا مطلب جانا تھا۔
 "میں نے تمہیں پسند کیا تھا شاید محبت نہیں۔ میں نے تمہیں اسی دن دل
 سے نکال دیا تھا جب مجھے معلوم ہوا تھا کہ از لان تم سے کس قدر محبت کرتا
 ہے۔ "شاہ میر نظریں جھکائے اپنے جذبات چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔
 کیا واقعہ اسے دل سے نکال چکا تھا؟؟

"تم نے اسکی محبت کو کس طرح ٹھکرایا ہے منال کیا تمہیں احساس ہے؟؟"
 شاہ میر نے نظر اٹھا کر منال کو دیکھا۔ منال کے پیروں تلے زمین نکل گئی
 تھی۔ اس نے کس طرح از لان کی محبت پر ظرب لگائی تھی اسے آج احساس
 ہوا تھا۔

احساس جرم منال پر حاوی ہو رہا تھا۔ اس نے کتنی بے دردی سے کسی کی
 محبت ٹھکرائی تھی وہ خود ٹھکرائے جانے کا گلا کیوں کرتی؟؟

منال کسی ٹرانس کی کیفیت میں وہاں سے آئی تھی۔ شاہ میر نے اسے جاتے دکھ سے دیکھا۔

چلو مانا کے میرادل میرے محبوب کا گھر ہے۔۔۔
مگر اس کے پیچھے اسکے کھر میں کیا کیا نہیں ہوتا۔۔۔
یہ فلموں میں ہی پیار مل جاتا ہے سب کو آخر میں۔۔۔
مگر سچ مچ میں اس دنیا میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔

۔ از لان باہر گاڑی میں اسکا انتظار کر رہا تھا۔ منال گاڑی میں آکر بیٹھی۔ گاڑی میں خاموشی چھائی رہی۔

"از لان کیا آپ ہمیں معاف کر سکتے ہیں؟؟" منال نے روندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تمہیں معاف کر چکا ہوں منال۔" از لان نے سامنے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ سب ہمارے بس میں نہیں تھا ہمیں معلوم نہیں تھا ہماری وجہ سے یہ سب ہوگا۔" منال چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رونے لگی تھی۔

"منال۔۔ کیا ہوا ہے تمہیں؟؟؟" از لان نے گاڑی روک کر پوچھا۔ منال کے رونے میں شدت آگئی تھی۔ کیوں وہ شخص آج بھی اسکی اتنی پرواہ کر رہا تھا؟؟؟ اتنا سب ہونے کے بعد کیا اسکے لیے یہ سب آسان تھا۔

"از لان آپ ہم سے شادی مت کریں آپ ہمیں ڈیزرو نہیں کرتے۔ آپ منع کر دیں۔" منال نے چہرہ اٹھا کر کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو منال ہوا کیا ہے تمہیں؟؟؟" از لان حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "آپ کی ساری زندگی پچھتاوے میں گزرے گی کہ آپ نے ایک غلط لڑکی کو چنا آپ نے غلطی کر دی۔"

"منال یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ سب جاننے کے باوجود شاہ میر کی محبت دل سے نہیں نکال سکی۔ وہ کیسے ایک خالص سچی محبت کرنے والے کو دھوکہ دے سکتی ہے۔ از لان خاموشی سے گاڑی چلانے لگا تو اسکے بعد منال بھی کچھ نہ بولی۔

وہ چاروں سیٹج پر سب سے سنورے بیٹھے تھے۔ انیشہ لائیٹ پنک میکسی پر ہلکا میک آپ کی سفید قمیض شلوار میں ملبوس وقار کے قریب نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ اسے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ وقار بھی مسکرا مسکرا کر سب

سے مبارکباد قبول کر رہا تھا۔ وقار اور انیشہ کا نکاح ہو چکا تھا اب مولوی
ازلان اور منال کی جانب بڑھ رہا تھا۔

شاہ میر دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اسکے دل نے بے اختیار یہ تمنا کی تھی
کے یہ اسکی زندگی کا آخری منظر ہو۔ وہ اسکے بعد جینے کی تمنا نہیں رکھتا تھا۔
ازلان نے نظر اٹھا کر شاہ میر کو دیکھا دونوں کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔
ازلان شاہ میر کی اس حالت پر دکھ میں تھا اور شاہ میر وہ بھی اپنی اس حالت پر
دکھ میں تھا۔ جس نے ایک عورت سے آٹھ سال محبت کی یہ جاننے کے
باوجود کے کوئی اور اس سے محبت کرتا ہے آج اپنی محبت کو دفناتے ہوئے
دیکھ رہا تھا۔ مولوی نے کلمات کے بعد دونوں کی رضامندی لی۔ شاہ میر کی
آنکھیں اب باقائیدہ برس رہیں تھیں۔ ازلان سر جھکائے جواب دے رہا
تھا۔ منال کے سامنے اسکی زندگی کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔ اسکی
آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ یہ کیا ہونے جا رہا تھا؟؟ اسکا ایک
جواب اسکی زندگی کو کس طرح بدلنے والا تھا اسے معلوم نہ تھا۔ اسکے ہاتھ
کپکپانے لگے تھے۔ اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔ مولوی نے اب اس
سے رضامندی لی۔ منال نے بغیر سوچے سمجھے ہامی بھری تھی۔

شاہ میر نے آنکھیں موند لیں۔ وہ اب بھی زندہ تھا۔ وہ کیوں زندہ تھا؟؟ اس کے بعد اسے جینے کی کوئی تمنا نہ رہی تھی۔ وہ خوش تھا بے تہاشہ خوش از لان کے لیے۔ اس نے محبت قربان کر کے دوستی حاصل کر لی تھی۔

منال نے مولوی کو مبارکباد دیتے سنا۔ اس نے سب کو اس کے قریب آتے مبارکباد دیتے سنا۔ وہ بے اختیار اپنی ماں کے گلے لگ کر رو پڑی تھی۔

تم مجھ کو گڑیا کہتے ہو۔۔

ٹھیک ہی کہتے ہو۔۔

کھیلنے والے سب ہاتھوں کو۔۔

میں گڑیا ہی لگتی ہوں۔۔

جو پہنادو مجھ پہ سچے گا۔۔

میرا کوئی رنگ نہیں ہے۔۔

جس بچے کے ہاتھ تھما دو۔۔

میری کسی سے جنگ نہیں ہے۔۔

باپ کی کمی نے اس منظر کو مزید غمگیں بنا دیا تھا۔ از لان خاموشی سے مسکرا کر سب کو جواب دے رہا تھا۔

"مبارک ہو میرے دوست۔" شاہ میر بہت گرم جوشی سے از لان کے گلے لگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر آنسوؤں بہا رہے تھے۔ "ہمیشہ خوش رہو از لان۔" شاہ میر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ از لان نے گیلی آنکھوں سے مسکرا کر گردن ہلائی۔ شاہ میر بہت ہمت جمع کر کے منال کی جانب بڑھا۔

"مبارک ہو منال۔" شاہ میر کی آواز پر منال اس جانب مڑی۔ آج بھی وہاں کھڑے تین لوگوں کے دلوں میں عزیت تھی۔ منال نے نظریں جھکا لیں۔ وہ اسے دیکھنے کا حق بھی کھو چکی تھی۔ یا پھر وہ اسے دکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اگر دیکھ لیتی تو اس کے لیے مشکل پیدا ہو جاتی۔

"شکریہ۔۔" منال یہی کہہ سکی تھی کہ سٹیج پر کچھ لڑکیاں آئیں۔ منال نے شکر ادا کیا اور انکی جانب بڑھ گئی۔ زینب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے خوش ہونا چاہیے یا نہیں؟؟ وہ از لان اور وقار کے لیے خوش تھی مگر منال۔۔۔ اس کے بارے میں زینب کوئی رائے قائم نہیں کر پار ہی تھی۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبے سے پاک تھا۔ وہ خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ یوں ہی تھی۔ ضرورت کے وقت مسکراتی ہر ایک سے بات کرتی ورنہ خاموشی سی سر جھکائے بیٹھی رہتی۔

نکاح کا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔ اب رخصتی کی تیاری کی جارہی تھی۔
انیشہ خالد کے گلے لگ کر رو رہی تھی۔

"بس چپ ہو جاؤ بیٹا اب چلو۔" تحریم نے اسے حوصلہ دیا۔ وقار اور انیشہ
بھی گاڑی میں سوار ہو گئے۔

گھر میں داخل ہونے پر زینب گیٹ پر ہی کھڑی دکھائی دی۔
"دروازہ کھولو زینب۔" وقار انیشہ کے ساتھ چلتا اسے قریب آکر بولا۔
"ایسے تو نہیں کھلے گا یہ دروازہ۔" زینب نے نخرے سے کہا۔
"ایسے کیسے نہیں کھلے گا فوجی بندہ ہوں ایک ٹانگ کی مار ہے۔" وقار
شرارت سے کہتا آگے بڑھا۔

"ایک منٹ ایک منٹ ایک منٹ بھائی میرا مطلب ہے پیسے دیں گے تو یہ
دروازہ کھلے گا۔" زینب کے کہنے پر وقار کھل کر مسکرایا۔
"اور بھلا تمہیں پیسے کیوں دوں؟؟؟" وقار نے کہا۔
"کتنے پیسے چاہیے؟" ازلان نے سنجیدگی سے کہا تو سب حیران ہوئے وہ اتنا
سنجیدہ کیوں تھا؟؟؟

"پورے کے پورے بیس ہزار۔" زینب کے کہنے کی دیر بھی از لان نے والٹ سے پیسے نکالنے شروع کیے۔

"نہیں نہیں نہیں جب تک آپ دونوں پیسے نہیں دے گے یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔" زینب نے از لان کو پیسے نکالتے دیکھ کر کہا۔ یہ زینب کے چالاکی تھی کہ اس نے مین گیٹ پر ہی ناکا لگالیا تھا۔ ورنہ اندر وہ کس کس کے کمرے کے باہر بھاگ کر ناکا لگاتی۔

"یہ لو میرے پیسے اب دروازہ کھولو۔" از لان نے سنجیدگی سے کہا تو زینب کا جوش مانند پڑا۔

"مگر آپ دونوں کو پیسے دینے ہیں۔" زینب نے کہا۔

"ہم تمہیں روز کا کھانا دیتے ہیں کافی نہیں ہے؟؟" وقار نے کہا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں دے دیں ناں پیسے۔" انیشہ نے مسکرا کر کہا۔ اور

پھر سب نے دیکھا کہ وقار نے والٹ سے پچاس ہزار نکال کر زینب کے ہاتھ میں دیا۔ زینب حیران و پریشان کھڑی تھی۔

"بھائی تو پورے جو روں کے غلام نکلے۔" زینب نے کہا تو سب ہنس پڑے۔

"اتنے پیسے کیوں دے دیے۔" زینب نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیوں کہ میری زوجہ محترمہ نے کہا تھا۔"

وقاریہ کہہ کر مسکراتا ہوا انیشہ کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"اور آپ نے اتنی جلدی کیوں دے دیے؟؟؟" زینب نے پاس سے گزرتے از لان سے پوچھا۔

"کیوں کہ میری زوجہ محترمہ تھک گئی ہیں۔" از لان بتیسی دکھاتا ہوا کہہ کر اندر داخل ہو گیا۔ از لان کی بات صرف زینب نے ہی سنی تھی۔ زینب چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر اسکی سمجھ میں آیا از لان اتنا سنجیدہ کیوں تھا۔ وہ دل کھول کر مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

منال ہائف وائیٹ بھاری بھر کم میکسی میں ملبوس کمرے میں موجود تھی۔ وہ از لان کا کمرہ تھا۔ وہ اس کمرے میں بہت بار آچکی تھی مگر آج وہ اس کمرے میں از لان کی بیوی کی حیثیت سے تھی۔ منال قدم قدم چلتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکر رکی۔ وہ اپنا عکس آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ وہ بلا کی حسین تھی۔ بے تحاشہ پرکشش۔ مگر کیا اسکے نصیب بھی اتنے خوبصورت ہوں گے؟؟؟ اسے اپنے آنے والے کل سے خوف آرہا تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سٹول پر بیٹھ گئی۔

وہ اپنی جیولری اتارنے میں مصروف تھی جب از لان کمرے میں داخل ہوا۔ منال نے آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔ ہائف وائٹ قمیض شلوار میں از لان احمد شاہ کھڑا تھا۔ وہ بہت سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ منال کو خوف آ رہا تھا۔ کیا وہ اسے ساری زندگی اس بات کا تعنہ دے گا کہ منال نے کیسے اسے ٹھکرایا؟؟ منال کے آنکھوں کے سامنے اپنے مستقبل کی بھیانک تصویر تھی۔ از لان چند لمحے بیڈ کے دوسری جانب منال کی طرف پیٹھ کیے بیٹھا رہا۔ چند لمحے بعد اس نے از لان کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا۔ از لان اس کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ منال آئینے میں اسے دیکھ رہی تھی۔ از لان نے منال کے سٹول کا رخ اپنی جانب کیا اور زمین پر پنچوں کے بل بیٹھ گیا۔ منال حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ از لان نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔ از لان نے منال کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔ منال بالکل کنگ رہ گئی تھی۔

از لان نے اس کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں ایک انتہائی حسین انگھوٹی پہنائی۔ منال بالکل سن بیٹھی تھی۔ "محبت میں ماضی کے پچھتاوے اور غلطیاں معنی نہیں رکھتی محبت میں بس ساتھ معنی رکھتا ہے۔ میں شاید محبت کے اتنے نچلے درجے پر ہوں جہاں مجھے بس تمہارا ساتھ چاہیے تھا ہر حال میں بس تمہارا ساتھ منال۔" از لان سر جھکائے کہہ رہا تھا۔ "میرے خود کی سمجھ

میں نہیں آرہا کہ میں ایسا کیوں چاہتا ہوں مگر مجھے تم سے محبت نہیں چاہیے مجھے بس تم چاہیے ہو تمہارا ساتھ چاہیے۔ "ازلان منال کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔ منال کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی۔ اسکو واقع آج پسند اور محبت میں فرق معلوم ہوا تھا۔ وہ کہتی بھی تو کیا۔ کہ ازلان واقع منال کو ڈیزرو نہیں کرتا۔

"آپ بعد میں پچھتائیں گے اور آپ ہمیں کوسیں گے ازلان۔ "منال نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"اگر کبھی میں نے ایسا کیا تو تم مجھے یاد کرانا کہ تم منال حیات خان ہو جس سے میں نے محبت کی ہے اپنی موجودگی کا احساس دلانا پھر میں سب بھول جاؤں گا۔ "ازلان نے نظر اٹھا کر منال کو دیکھا۔ منال کے لیے ان آنکھوں سے نظریں ہٹانا مشکل ہو گیا۔ وہ آنکھیں کتنی دلکش تھیں۔ وہ اپنی آنکھوں کی طرح بلا کا حسین تھا مگر۔۔۔

یہ مگر منال کی زندگی سے کبھی نہیں جاسکتا تھا۔

"کچھ بھی میرے بس میں نہیں ہے ازلان ہمیں معاف کر دیں۔ "منال کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

"منال۔۔۔ میں نے کہاناں مجھے تم سے محبت نہیں چاہیے مجھے بس تمہارا ساتھ اور تمہاری وفا چاہیے۔ وعدہ کرو ہمیشہ میرے ساتھ وفا کرو گی۔" وہ کسی بچے کی مانند اسکا ہاتھ تھا تھا مے امید سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جو ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ اور اگر نہیں بھول سکتی تو اتنی کوشش کرو کہ وہ کبھی ہمارے بیچ نہ آئے۔" منال کو احساس ہوا تھا کہ اسکا نصیب بھی اسکی طرح خوبصورت تھا۔ نصیب لکھنے والی ذات اللہ کی ہو تو انکے خوبصورت ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ آخر کیوں نہ اس شخص سے وفا کرتی جو اسکے ہر داغ کو قبول کرنے کے لیے تیار تھا۔ جو اس سے اس قدر محبت کرتا تھا۔ شاید اس کے لیے از لان سے محبت کرنا مشکل تھا مگر وہ اسکی وفا کا حقدار تھا۔

منال نے مسکرا کر اسکا ہاتھ تھام لیا۔ ان دونوں کی زندگی کی خوبصورت اور حسین آغاز ہوا تھا۔

انیشہ کنفیوز سی کمرے میں بیٹھی تھی جب وقار اندر داخل ہوا۔ انیشہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے۔ وقار چلاتا ہوا

اسکے قریب آیا اور والٹ سے چند ہزار نکال کر انیشہ کے سر سے پھیرے۔
انیشہ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"اللہ تمہیں میری نظروں کے علاوہ ہر نظر سے بچائے۔" وقار نے کہہ کر
پیسے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیے۔ انیشہ بے اختیار کھکھلا کر ہنسی تھی۔ وقار چند
لمحے بالکل ٹھہر گیا۔ اسکی ہنسی کتنی دلکش تھی۔ وقار مسکرایا۔

"کچھ کہو گی نہیں؟؟؟" وقار ہاتھ پیچھے باندھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔
"میں کیا بولوں؟؟؟" انیشہ کنفیوز سے بولی۔

"کچھ بھی کہہ لو تمہاری مرضی۔" وقار کے چہرے سے مسکراہٹ ختم ہی
نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ اچھے لگ رہے ہیں۔" انیشہ نے کہا تو وقار کا فلک شگاف قمقما بلند ہوا۔
"شکریہ زوجہ محترمہ۔" وقار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ ہنس کیوں رہیں ہیں؟؟؟" انیشہ نے پوچھا۔
"کچھ نہیں بس کسی نے پہلی بار تعریف کی ہے تو شرم آگئی۔" وقار نے
شرارت سے کہا۔

"ویسے تم بھی بہت حسین لگ رہی ہو۔" وقار نے اسکی تعریف کی۔
"میں ہوں ہی حسین۔" انیشہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر بولی۔

"جانتا ہوں۔" وقار مسکرا کر ایک جانب بیٹھ گیا۔ انیشہ اپنے بال کھولنے میں مصروف تھی اور وقار ایک جانب ہاتھ کی بند مٹھی پر چہرا جمائے فرست سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" انیشہ نے خود کو جیولری سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "جی جی ضرور میں تو اسی انتظار میں ہوں۔" وقار مسکراتا ہوا چہرا اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ انیشہ نے گلا کھنگار کر خود کو تیار کیا۔

"زہ تاسرہ مینہ کوم۔" انیشہ کے کہنے پر وقار بالکل ٹھہر گیا۔ وہ اس منظر میں کہیں کھو ہی تو گیا تھا۔ وہ سرمئی آنکھوں والی اسکی پسندیدہ عورت اسکی دلہن کے روپ میں اس سے پیار کا اظہار کر رہی تھی۔

"اب یہ مت کہے گا کہ کچھ غلط کہہ دیا۔ بہت مشکل سے یاد کیا ہے۔" انیشہ نے وقار کو خاموش دیکھا تو بولی۔

"اب بولیں بھی کیا ہوا؟؟؟" انیشہ نے سوچا شاید اس نے کچھ غلط کہہ دیا ہو۔ "واللہ میں نے آج تک اتنی حسین پشتو نہیں سنی۔" وقار مسکراتے ہوئے بولا تو انیشہ اپنی تعریف پر پھر سے کھلکھلا کر ہنس دی۔

وقار اور انیشہ گھومنے کے لیے چند دنوں کے لیے نار ان کاغان گئے ہوئے تھے۔ کیوں کے انیشہ کو پہاڑوں پر کھومنے کا بہت شوق تھا۔ از لان اور منال فل حال کہیں نہیں گئے تھے۔ منال کے باقول وہ سب جگہ گھوم چکی تھی اب اسے کہیں جانے کا دل نہیں ہے۔

"ارے تمہیں دل نہیں ہے تو مجھ معصوم کی کیا غلطی مجھے تو گھومنے دو۔" از لان نے معصومیت سے کہا تو ٹیبل پر موجود سب لوگ ہنس دیے۔ چپ بیٹھیں ورنہ اکیلے ہے چلے جانا گھومنے اتنا شوق ہے تو۔" منال نے سرگوشی میں کہا تو از لان نے گلا کھنگارتے ہوئے خود کو سمجھالا۔

"کوئی بات نہیں منال کو دل نہیں ہے تو بعد میں کبھی چلے جائیں گے۔" از لان نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب آ یا ناں اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" زینب نے ہنستے ہوئے کہا تو سب ہنس پڑے۔ زینب منال اور از لان کے لیے بے تحاشہ خوش تھی۔

"از لان ہمیں کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔" از لان کمرے میں تیار ہو رہا تھا جب منال آ کر بولی۔ وہ لوگ باہر لنچ کے لیے جا رہے تھے۔

"اب یہ مت کہنا منال کے ننہیں لنچ کے لیے باہر ننہیں جانا۔" از لان نے اسکی جانب مڑتے ہوئے کہا۔

"ننہیں ایسی بات ننہیں ہے۔" منال نے کہا۔

"اچھا بولو کیا بات ہے۔"

"وہ آپ ہمیں شاہ میر سے ملنے لے جاسکتے ہیں۔" منال نے سر جھکا کر کہا۔ از لان کا ہاتھ ٹائی باندھتے ہوئے سست پڑا۔

"وہ آپ چلے جاتے ہیں تو ہمیں معلوم ننہیں ہوتا آپ ہمیں لے چلیں تو بہتر ہوگا۔" منال ہاتھوں کو مسلتے ہوئے جھکتے ہوئے بولی۔

"ہمم لنچ سے واپسے پر لے چلوں گا۔" از لان کے چہرے پر کچھ بدلا ہوا تھا۔ "شکر یہ۔" منال کہہ کر بغیر از لان کو دیکھے باہر آگئی۔

وہ دونوں شاہ میر کے روم میں موجود تھے۔ منال کے ہاتھوں پر خوبصورت گہری مہندی موجود تھی۔ از لان شاہ میر کے قریب بیٹھا اس سے ہلکی پھلکی گفتگو کر رہا تھا۔ شاہ میر کی طبیعت دن بدن بگڑتی جارہی تھی۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ کمزور ہو چکا تھا۔ منال قدم قدم چلتی از لان کے قریب آکر

کھڑی ہو گئی۔ شاہ میر کی نظر از لان پر بھی مگرا سکی بینائی ان دونوں کو ساتھ
کھڑے دیکھ رہی تھی۔

اپنا ہاتھ تھا کر مجھکو۔۔۔

یاد ہے تم نے مجھ سے کہا تھا۔۔۔

میرے ہاتھوں کی ریکھا میں۔۔۔

نام جاناں تمہارا ہی لکھا ہے۔۔۔

آج تمہارے ہاتھوں میں۔۔۔

ہاتھ ایک دو جا دیکھا ہے۔۔۔

کیا اب بھی تمہارے ہاتھوں کی ریکھا میں۔۔۔

نام وہی پرانا لکھا ہے؟؟

ایسے ہر موقع پر شاہ میر کس عزیت سے گزرتا تھا صرف وہی جانتا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟؟" شاہ میر نے منال کی آواز سنی۔ شاہ میر اپنے دل کی

دھڑکن سن سکتا تھا۔ یہ دل کسی اجنبی کی آواز پر کیوں دھڑک رہا ہے؟؟ شاہ

میر نے سوچا۔

"ہمم ٹھیک ہوں۔" شاہ میر نے جواب دیا۔ کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد

از لان نے جانے کی اجازت چاہی۔

"کچھ دیر اور بیٹھو از لان نا جانے دوبارہ دیکھنے کا موقع کب ملے یہ نہ ملے۔"
شاہ میر نے از لان کا ہاتھ تھام کر کہا۔ از لان کی آنکھوں میں بے اختیار
آنسو آگئے۔

"میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہی ہوں آجائیے گا۔" منال کے لیے وہاں
مزید کھڑے رہنا مشکل ہو گیا۔ وہ بغیر کسی کو دیکھے وہاں سے باہر آگئی۔ گاڑی
میں آکر منال پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ کافی دیر سے وہ جس غم کو
چھپائے ہوئے تھی اب وہ آنسو کی صورت میں باہر آ رہا تھا۔
اسکادل میں آج بھی شاہ میر پورے حق سے براجمان تھا۔ اس نے ہر خیال
ہر جذبے کو جھٹکنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہی۔ مگر وہ اس کے بارے میں
سوچنے کا حق کھو چکی تھی۔

"یہ سب پلینڈ تھا۔" شاہ میر نے بات کا آغاز کیا۔
"میرا نہیں اللہ کا پلین۔" از لان خاموشی سے سر جھکائے اسے سن رہا تھا۔
از لان کی آنکھیں آنسو سے بھیگی ہوئی تھی۔
"میرے بس میں ہوتا تو وہ تمہیں کبھی حاصل نہ ہوتی۔" شاہ میر نے آج
سب کچھ کہہ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ "میں اسے کبھی تمہارا نہ ہونے دیتا۔ وہ
مجھے کتنی عزیز ہے یہ صرف میں جانتا ہوں۔" شاہ میر کا ایک ایک لفظ از لان

کو کوڑے کی مانند لگ رہا تھا۔ "لیکن۔۔۔" شاہ میر کا سانس پھولنے لگا تھا وہ خود کو بہت مشکل سے سمجھالے ہوئے تھا۔ "یہ سب پلینڈ تھا۔" شاہ میر نے اپنی بات مکمل کی۔ از لان نے محسوس کیا تھا کہ شاہ میر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ "اب میری بات کان کھول کر سنو۔" شاہ میر نے آنکھیں رگڑتے ہوئے از لان سے کہا۔ "تم نے چاہا وہ تمہیں مل جائے اور وہ تمہیں مل گئی کچھ اللہ کی مرضی سے کچھ میری مرضی سے۔ میں جانتا ہوں تم اس عورت کو دل سے محبت کرو گے مجھ سے زیادہ کرو گے۔ لیکن اگر تم نے کبھی اسے تکلیف دی۔۔۔"

شاہ میر نے آنکھیں موند لیں۔ درد سے اسکی جان جا رہی تھی۔ از لان پریشانی سے اسکے قریب آیا۔ "شاہ میر تم ٹھیک ہو؟؟؟" از لان نے پریشانی سے پوچھا۔

"اگر تم نے کبھی اسے تکلیف دی تو لعنت ہے تمہاری محبت پر۔ میں جانتا ہوں تم اس سے سچی محبت کرتے ہو مگر کبھی بھی اسے بھیک میں محبت مت دینا۔" از لان اب پریشان ہو رہا تھا۔ "میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں رکو۔" از لان نے اٹھنا چاہا تو شاہ میر نے اسے واپس بیٹھالیا۔

"شاید آج تم اپنا دوست کھودو۔" ان دونوں کی آنکھوں میں آنسوؤں تھے۔
"بلکہ اپنا اکلوتا دوست کھودو۔" یہ کہتے ہوئے شاہ میر کے چہرے پر ہلکی سی
مسکراہٹ تھی۔ "درد دینے والوں کو نہیں سہنے والوں کو محسوس ہوتا ہے۔
میں نے محبت میں جدائی کا درد سہا ہے تم دوستی میں سہ لینا۔" شاہ میر
اچانک پیٹ کے بل جھکا تھا۔ اسے خون کی قہہ آئی تھی۔ از لان چیختے ہوئے
ڈاکٹر کو بلا رہا تھا۔ شاہ میر درد سے دوہرا ہوا پڑا تھا۔

"شاہ میر شاہ میر میرے بھائی آنکھیں کھولو۔ پلینز پلینز دیکھو آنکھیں کھولو۔"
از لان روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مگر شاہ میر کی آنکھیں ابد تک کے لیے بند ہو
چکیں تھیں۔ از لان شاہ میر کا سر گود میں رکھے بلک بلک کر رو رہا تھا۔ ڈاکٹر ز
نے آکر از لان کو ہٹانا چاہا۔ مگر از لان شاہ میر کا سر اپنے سینے سے لگائے
پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ اسے اپنے ارد گرد کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔
اسکی دنیا جڑ چکی تھی۔ جس سے زندگی میں رنگ تھے وہ دوست اسکی زندگی
کو بے رنگ کر کے جا چکا تھا۔ ہمیشہ کے لیے۔ اب وہ اسکے رونے پر اپنا کندھا
پیش کرنے کے لیے کبھی نہیں آنے والا تھا۔

وہ اپنے بیڈ پر لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ اسکی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے جان سے عزیز دوست کو خود اپنے ہاتھوں سے دفنایا تھا۔ جو انسان چند لمحے پہلے تک اسکے ساتھ تھا اب مٹی تلے موجود تھا۔ گھر میں عجیب سوگ تھا۔ چند دن پہلے والا شادی والا گھر کہیں غائب ہو گیا تھا۔ سب کو شاہ میر کے جانے کا بے تحاشہ دکھ تھا۔ انیشہ کا الگ رور و کر برا حال ہو گیا تھا۔ وہ شاہ میر کی ڈیتھ کا سن کر ایک دن کے اندر اندر واپس آئے تھے۔

منال چائے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ از لان کھڑکی کے قریب بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ آفس کی فائیلز سامنے ٹیبل پر بھکری پڑیں تھیں۔

اسکی آنکھوں کے سامنے ماضی کی یادیں کسی فلم کی طرح چل رہیں تھیں۔ اسکی اور شاہ میر کی دوستی کے وہ حسین پل۔ اب انہیں سوچنے کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا تھا؟؟ منال نے پیالی از لان کی جانب بڑھائی۔ از لان نے منال کو دیکھا۔ منال کی آنکھیں رونے کے باعث سوچ چکیں تھیں۔ اسکے لیے

شاہ میر کا اس دنیا سے چلے جانا کسی انہونی کے کم نہ تھا۔ از لان کے دل میں
درد کی ایک لہر اٹھی تھی۔

"وہ آپ کے اچھے دوست تھے نا؟؟؟" منال نے از لان کا ہاتھ تھام کر
پوچھا۔

"کوئی بھی دوست اچھا یا برا نہیں ہوتا دوست دوست ہی ہوتا ہے۔" از لان
بے اختیار رو پڑا تھا۔

منال کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں تھے۔

"میں اسے کیسے بھولوں منال۔ میرا دل یہ ماننے کو تیار نہیں ہے کہ وہ مجھے
چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" از لان پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ "اس نے تو نا جانے
کتنے پلینز بنائے تھے میرے ساتھ گھومنے کے ہمیشہ میرے ساتھ رہنے
کے۔ وہ کیسے مجھے چھوڑ کر جاسکتا ہے۔" شاہ میر کی وفات کے چند دن بعد
بھی از لان کی وہی حالت تھی۔ وہ ایسے ہی شاہ میر کے نام پر رو دیتا تھا۔

"میں کیسے اب اسکی یادوں کے سہارے جیوں جس نے ساری عمر ساتھ
دینے کی باتیں کیں تھیں۔" از لان منال کا ہاتھ آنکھوں سے لگائے بچوں
کی طرح رو رہا تھا۔ منال بھی خاموشی سے آنسوؤں بہا رہی تھی۔ تکلیف تو

اسے بھی ہو رہی تھی۔ بے تحاشہ تکلیف۔ مگر دوست کا عم ہر عم پر بھاری ہوتا ہے۔

وہ آج نہیں توکل۔۔۔

کل نہیں تو پر سوں۔۔۔ ایک ناں ایک دن ضرور شاہ میر کو بھلا دیں گے۔
بھلا کون کسی کو ساری عمر یاد رکھتا ہے۔ وہ کل کو اپنی زندگیوں میں مصروف ہو جائیں گے۔ سالوں بعد کسی فرست کے لمحے میں اسے سوچیں گے یاد کریں گے۔

مگر وہ اپنی زندگی میں کتنا ہی مصروف کیوں نہ ہو جائیں۔ انکے دل کا ایک حصہ ہمیشہ شاہ میر اکبر کو یاد رکھے گا۔ اپنی مصروفیات میں چند پل جو وہ اسے یاد کریں گے تو بے تحاشہ یاد کریں گے۔

آج نہیں توکل منال کو از لان سے محبت ضرور ہو جائے گی۔ جھوٹ کہتے ہیں کہ محبت ساتھ کی محتاج نہیں ہوتی۔ محبت ساتھ کی محتاج ہے کم از کم آج کی نسل کے لیے جو ساتھ ہو محبت بھی اسی سے فرض سمجھ لی جاتی ہی۔ مگر اسکے دل کا ایک حصہ شاہ میر اکبر کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

"کاش محبت کرنا کسی کے بس میں ہوتا۔ کاش زندگی پر انسان کا کچھ اختیار ہوتا۔ کوئی بھی انسان سوچ سمجھ کر محبت نہیں کرتا۔ اور جو سوچ سمجھ کر کرے وہ محبت نہیں کرتا۔ کچھ لوگوں کے لیے محبت ایک پھولوں سے سجا راستہ ہے۔ جس میں منزل حسین ہے۔ اور بعض کے لیے محبت سوائے عزیت کے کچھ نہیں۔" دور کہیں شاہ میر کی سیاہ ڈائری کے ورقوں پر یہ الفاظ جگمگا رہے تھے۔ اس ڈائری کے قریب ایک سیاہ رنگ کاربن بینڈ موجود تھا۔ وہ جو آٹھ سالوں سے شاہ میر کے ہاتھ پر موجود تھا۔ جس میں لاہور کے گلیوں کی مہک تھی۔ جس میں ایک عزیز دل روبا کی مہک تھی۔ جو اسے کسی عزیز کے ہونے کا احساس دلاتا تھا۔ اسکی موت نے ہر حثرت کو اسکے جسم کے ساتھ دفن دیا تھا۔ شاہ میر کی موت نے اسکی محبت کو دفن دیا تھا۔
